مسلسل اشاعت کے ترپن سال

ماہنامہ

الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

بیاد

شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ: مولانا سمیع الحق

مُدیرِ اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

632-33 / شعبان۔رمضان ۱۴۳۹ھ اپریل، مئی ۲۰۱۸ء

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماھنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر 53
شمارہ نمبر 7
شعبان، رمضان ۱۴۳۹ھ
اپریل، مئی 2018

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز! خانوادہ قاسمیؒ کا چشم و چراغ مولانا محمد سالم قاسمیؒ کا سانحہ ارتحال......مولانا راشد الحق ۲
- حضرت مولانا ظہور احمد حقانی کی رحلت......حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ۴
- رمضان، فضائل، برکات اور حکمتیں......افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ ۶
- مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ذاتی ڈائری .... مولانا عرفان الحق حقانی ۱۴
- اعمال کا دارومدار تقویٰ پر ہے ....حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب ۲۷
- دو وحدتیں: وحدت خداوندی اور وحدت انسانی......حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۳۱
- علم، طبی قانون اور کارپوریٹ سرمایہ......جناب محمد دین جوہر ۳۴
- اہلِ دین کی آفات ....مولانا مفتی منیب الرحمٰن ۳۷
- حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ......محمد حماد کریمی ندوی ۴۱
- مولانا محمد سالم قاسمیؒ کے خطوط بنام مولانا سمیع الحق مدظلہ......ادارہ ۵۱
- انسانیت کا مدار: طبیعاتی علوم یا اسلامی علوم ....ڈاکٹر اسعد زمان ۵۹
- دارالعلوم حقانیہ: عظیم دینی درسگاہ ....جناب عمار یاسر ۶۵
- دارالعلوم کے شب و روز ....مولانا حامد الحق حقانی ۶۸
- تعارف و تبصرہ کتب ....ادارہ ۷۰

نوٹ: ادارہ کا کالم نگار حضرات کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30روپے۔ سالانہ -/350روپے۔ بیرون ملک $35امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

632-33 / شعبان۔رمضان ۱۴۳۹ھ اپریل، مئی ۲۰۱۸ء

نقش آغاز　بسم اللہ الرحمن الرحیم　مولانا راشد الحق سمیع

خانوادہ قاسمی کا چشم و چراغ

مولانا محمد سالم قاسمیؒ کا سانحہ ارتحال

گزشتہ ماہ ہندوستان سے اُس بڑے حادثہ فاجعہ کی خبر نے عالم اسلام اور بالخصوص برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کر دیا۔ یہ خبر دارالعلوم دیوبند (وقف) کے مہتمم اور خانوادہ قاسمیؒ کے علمی و روحانی جانشین کی رحلت کی تھی۔ آپ کافی عرصہ سے علیل اور صاحبِ فراش تھے، دارالعلوم حقانیہ میں اس حادثہ کا اثر ایسا ہی پڑا جس طرح دارالعلوم دیوبند کے دونوں اداروں میں محسوس کیا گیا، کیونکہ خاندانِ حقانی اور دارالعلوم حقانیہ کا خانوادۂ قاسمی اور دارالعلوم دیوبند کے ساتھ وابستگی اور تعلق کئی حوالوں سے بڑا گہرا ہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو دارالعلوم حقانیہ کو ضرور عزت افزائی کا موقع فراہم کرتے کیونکہ آپ کا جامعہ اور اس کے بانی حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ تعلق و محبت مثالی تھی، حکیم الاسلامؒ نے نے ایک مرتبہ اپنی تقریر میں دارالعلوم حقانیہ کو دارالعلوم دیوبند 'ثانی' لقب دیا تھا۔ پھر اسی تعلق کو آپ کے فرزندِ اکبر حضرت مولانا سالم قاسمیؒ نے بھی زندگی بھر نباہے رکھا اور عمر بھر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور ادارہ 'الحق' کے ساتھ اپنے دیرینہ تعلق کو قائم و دائم رکھا۔ (آپ کے متعدد خطوط میں سے چند اس شمارہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں)

آپ خود بھی بیشمار ذاتی صفات اور متعدد خداداد صلاحیتوں کے حامل، علم و عمل کے پیکر، تواضع و تقویٰ کے اعلیٰ نمونہ، جامع الکمالات والصفات ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے اور ساتھ ساتھ جدِ امجد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے علوم وفنون کے صحیح جانشین، اعلیٰ ترجمان اور حقیقی وارث بھی تھے۔

صد سالہ تقریبات دارالعلوم دیوبند کے بعد پیدا ہونے والے بحران اور اختلافات کے بعد مشکل حالات میں آپ نے دارالعلوم دیوبند (وقف) کی بنیاد رکھی اور بڑی حکمت و محنت کے ساتھ از سرنو ایک بڑے ادارے کی تعمیر نو کا بیڑہ اٹھایا اور اسے کامیابی کے ساتھ ہمکنار کر کے آخری دم تک اس کی ذمہ داریاں بخوبی نبھائیں اور دارالعلوم دیوبند (وقف) کو ہندوستان کے بڑے تعلیمی و روحانی ادارے کے طور پر پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خانوادۂ قاسمیؒ کے اِس قابل فاضل جانشین سے متعدد دینی، اصلاحی و تعلیمی کارہائے نمایاں سرانجام لئے۔ علوم وفنون میں پختگی اور گہرائی اپنے عظیم دادا جانؒ سے پائی تھی جو اُس وقت کے امام

اور متکلمِ زمان کے طور پر اظہر من الشمس تھے،اسی نسبت سے عمر بھر درس و تدریس اور خصوصاً علمِ حدیث سے وابستہ رہے۔تو اس کے ساتھ ساتھ فنِ خطابت میں کمال اپنے عظیم والد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ سے امتِ مسلمہ اور ہندوستان کے مسلمانوں کی زبوں حالی کا درد بھی ورثہ میں ملا تھا۔اسی لئے عمر بھر دعوتِ اسلامی اور متعدد دینی اجتماعات کے لئے اکثر و بیشتر اندرون و بیرونی ممالک کے اسفار پر رہتے۔اور اپنی عالمانہ،فاضلانہ تقاریر سے مسلمانوں میں ایک نئی روح اور تازہ حیاتِ نو بھرتے۔آپ کی تقاریر اور خطبات کا مجموعہ ''خطباتِ خطیب الاسلام'' کے نام سے متعدد جلدوں میں منظر عام پر آ چکا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند (وقف) میں آپ نے ایک نئی منفرد علمی کاوش کی جو کافی حد تک مقبول اور نتائج کے اعتبار سے بھرپور ثابت ہوئی،وہ دارالعلوم میں 'جامعہ دینیات' کے قیام کا فیصلہ تھا، جس کے ذریعہ ہندوستان کے ہزاروں افراد نے مراسلت کے ذریعے دور دراز ہونے کے باوجود اسلام اور دینی علوم وفنون کی پیاس بجھائی۔حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ کا یہ کارنامہ ہر لحاظ سے منفرد اور قابل ستائش ہے۔درس و تدریس اور اہتمام کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر بھی رہے اور آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے صدر بھی رہے۔

کئی تصانیف اور کئی علمی اعزازات بھی آپ نوازے گئے۔الغرض آپ نے اس مشعلِ علم و عرفان کو آخر دم تک اپنے جسمِ ناتواں سے مگر فکرِ روشن سے جلائی رکھی جس کو آپ کے عظیم دادا جانؒ نے آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے ظلمت کدہ ہند میں اپنے خونِ جگر سے جلائی تھی۔ان شاء اللہ یہ مشعلِ حق تو تا صبح قیامت روشن اور قائم رہے گی مگر افسوس خاندانِ قاسمیؒ کا وہ روشن چراغ اور شمع بزم حق ایسے عالم میں بجھ گئی جب کہ ابھی ان کی تنویروں اور روشنیوں کی ہم جیسے ظلمتِ شب کے ماروں کو ابھی ضرورت تھی......

داغِ فراق صحبتِ شب کی جلی ہوئی　　　اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ''حکیم مسیح الملک'' کے متعلق تعزیتی شذرہ میں جو کچھ انکے متعلق لکھا تھا حقیقت میں یہ ماتم آج خانوادہِ قاسمیؒ کے جانشین کے بچھڑنے پر بھی پورا آتا ہے:

''حکیم صاحب کی وفات،خاندان کا ماتم نہیں،دلّی کا ماتم نہیں،قوم کا ماتم ہے،فضل وکمال کا ماتم ہے،اخلاق وشرافت کا ماتم ہے،سنجیدگی کا ماتم ہے،عقل وذہانت کا ماتم ہے،فکر واصابت کا ماتم ہے،آزادی وحریت کا ماتم ہے،اخلاق وایثار کا ماتم ہے،ہندوستان اور مسلمانانِ ہند کا طالع و بخت کا ماتم ہے۔

ع　　　مرثیہ ہے ایک کا اور نوحہ ساری قوم کا

ادارہ دارالعلوم حقانیہ خانوادہ قاسمیؒ اور دارالعلوم دیوبند کے دونوں مراکز سے دلی تعزیت کرتا ہے ،اوران کے رفع درجات کیلئے دارالعلوم حقانیہ میں خصوصی دعائیں بھی مانگی گئی ہیں۔

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

حضرت مولانا ظہور احمد حقانی کی رِحلت

حضرت مولانا ظہور احمد حقانی دارالعلوم حقانیہ کے ان عظیم فرزندوں میں سے تھے جو تاریخ کا حصہ نہیں بنتے بلکہ زندہ متحرک اور ہر لحہ جیتی جاگتی تاریخ رقم کرتے ہیں ایک فرد، ایک جماعت اور ایک تحریک کی صورت اختیار کرتا ہے تو اس کے پیچھے اس کا خلوص، محبت، للّٰہیت والہیت، وارفتگی، فنائیت، بے قراری، تڑپ اور بلند حوصلگی کی روشنی پھیلی ہوتی ہے مولانا ظہور احمد حقانی اپنے مزاج 'طبعی افتاد' ذہن اورسوچ کے اعتبار سے ایک الگ شخصیت کے مالک تھے حقانیین اور معاصرین میں ان کی الگ چھاپ تھی ان کے تمام تر جذبات، مساعی اور ہمہ جہتی کاوشوں اور مساعی کا محوران کی مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ' اس کے بانی ومؤسس شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق، شیخ الحدیث مولانا انوارالحق، شیخ التفسیر مولانا عبدالہادی شاہ منصوری، حقانی خاندان تھا مادرِعلمی دارالعلوم حقانیہ، اساتذۂ کرام کی خدمت، دفاع اوران کی تعلیمات کے فروغ کے حوالے سے ان کی آواز اور انداز سب سے جداگانہ اور ممتاز تھا ان میں خلوص ومحبت اور بلند اخلاقی اور اصاغر کی حوصلہ افزائی اور تشجیعات کے جوہر نمایاں تھے کوئی پچیس سال قبل مجھے اپنے ہاں رستم میں مدعو فرمایا میری تقریر سے قبل میز پر میری تصنیفات کو بڑے سلیقے سے سجایا اور تعارفی خطاب میں میری ایک ایک کتاب اُٹھاتے اور تعارف کراتے رہے اوران کی تمام تر مفصل تقریر کا خلاصہ یہی تھا کہ یہ سب شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے نسبت وخدمت اور مادرِعلمی سے والہیّت کا ثمرہ ہے اساتذہ سے محبت، اسی موضوع پر تربیت اور ذہن سازی کی صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں وہ صرف ضابطے کے تلمذ اور درسگاہ میں لازمی حاضری ہی کے نظم وضبط کے قائل نہ تھے بلکہ زندگی کے ہر موڑ، ہر لمحے میں اساتذہ کی چھاپ، ان کے تعلیمات کے اثرات اوران سے نسبتوں کے علامات کے ظہور اور نمایاں جھلک دیکھنا چاہتے تھے یہی وجہ تھی کسی بھی فاضل عالم اور مدرس سے اپنے مادرِعلمی یا اساتذہ کرام کے حوالے سے بال برابر کسی بے جا حرکت پر چراغ پا ہوجاتے تھے مادرِعلمی سے محبت، اساتذہ کرام سے والہانہ تعلق

کی جھلک جن طلباء میں پاتے ان کے ساتھ رعایت اور خصوصی توجہ کا معاملہ فرماتے ، میری نظر میں مولانا ظہور احمد حقانی کے کمالات، خطابت وبیانات، اصلاحی مساعی اور خدمات اور دیگر کارناموں کا اگر ذکر نہ کیا جائے تب بھی انکی اصاغر نواز،علم پرور شخصیت کے لئے یہی ایک عنوان کافی ہے اور اس عنوان پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔

حضرت مولانا ظہور احمد حقانی کو خداوند وقدوس نے بے پناہ صلاحیتوں، کمالات اور خصوصیات سے نوازا تھا ان کو اساتذہ سے محبت وخدمت کے موضوع پر تربیت کی کامل دستگاہ حاصل تھی تقریر میں ان کا اپنا امتیازی انداز تھا جو ان ہی کے ساتھ سجتا اور جچتا تھا انہوں نے مادرِعلمی سے محبت اور مشائخ کی صحبت وخدمت اور استفادہ وافاد میں کامیابیوں کی نئی نئی منزلیں طے کیں اور ہر منزل پر ایک چراغ روشن کیا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر چراغ آفتاب وماہتاب بنتا چلا گیا میرے ساتھ ان کا معاملہ ایسا ہی تھا وہ مجھ سے بڑے تھے عمر میں بھی اور علم میں بھی ، قدیم حقانی فاضل تھے مجھے حقانیہ میں تدریس اور حقانیہ سے نسبت کے حوالے سے بڑا احتیاط رہنے کی تاکید فرماتے تھے مگر بایں ہمہ عجز ومسکنت، تواضع وخاکساری اور فنائیت کا یہ عالم تھا کہ میرے ساتھ بھی مادرِعلمی کی نسبتوں کی لاج رکھتے ہوئے ایسا معاملہ برتتے تھے جو اپنے مشائخ ، اساتذہ اور اکابر کے ساتھ رکھتے تھے۔مرتے دم تک اپنے شیوخ کے ساتھ وارفتگی کا یہی عالم تھا اور فنا فی الشیخین تھے یہی وجہ ہے کہ ایک بار میں نے ان سے سنا تھا کہ اگر مجھ سے روزِمحشر اللہ نے پوچھا کیا لائے ہو تو میں کہوں گا الہٰا! اور تو کچھ نہیں مگر شیوخ حقانیہ اور شیوخ شاہ منصور کے جوتے چوم کے لایا ہوں۔

ان کی نیک وصالح اولاد، ان کے علمی ودینی خاندان کے تمام افراد کی طرح ان کے بیشمار لائق وفائق شاگرد بھی انہی کا صدقۂ جاریہ علمی یادگار ہیں۔

ان کا جنازہ رستم کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا ادارہ حضرت کے علوم ومعارف کے امین اور ان کے جانشین مولانا اسرار احمد نعمانی اور دیگر بیٹوں وقار احمد، گلزار احمد، افتخار احمد فاروقی ، نگار احمد صدیقی اور بھتیجے طاہر احمد اور پورے خاندان کے ساتھ غم میں برابر کا شریک اور خود کو تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔انہوں نے ۱۹۵۲ء۔۱۔۱ کو آغوشِ مادر میں آنکھیں کھولیں اور ۲۰۱۸ء۔۴۔۳ کو بارگاہِ خالق میں لبیک کہا۔

از افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ

رمضان، فضائل، برکات اور حکمتیں

خطبہ جمعۃ المبارک یکم رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد وعن عبداللّٰہ بن عباسؓ قال کان رسو ل اللّٰہ V اجود الناس وکان اجود مایکون حین میقاہ جبرئیل علیہ السلام وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیہ ارسلہ القرآن فلرسول اللّٰہ V اجود بالخیر من الریح المرسلۃ (اوکماقال)

خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت

محترم بھائیو! ہم اور آپ سب رسول اللہ V کے امتی ہیں اور یہ خداوند کریم کی ان عظیم نعمتوں میں سے جو اس امت پر ہیں، سب سے بڑی نعمت ہے کہ ہمیں حضور اقدس V کی امت میں پیدا فرمایا، حضور اقدس V فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے لئے کھولا جائے گا اور میں اپنی امت سمیت جنت میں داخل ہوں گا اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ جہاں آقا، سردار یا حاکم موجود ہو، وہاں اس کا خادم خاص بھی خدمت کی خاطر ساتھ ہی رہتا ہے۔

نعمت کا تقاضا

جب اللہ جل مجدہ، نے ہم پر اتنی بڑی نعمت فرمائی تو چاہیے کہ ہم اپنے آقائے نامدار اور روحانی والد سردار دو جہان کے نقش قدم پر چلیں ہر امت اپنے پیغمبر کی روحانی اولاد ہوتی ہے، اور روحانی رشتہ جسمانی رشتہ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے، اس وجہ سے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

’’جب تک تم میں سے ہر شخص کے نزدیک میں اس کے والد اس کی اولاد اور ساری مخلوق سے زیادہ محبوب نہ ہوں تب تک وہ شخص مومن نہیں کہلاسکتا‘‘

صحیح اولاد وہی ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ کی صحیح اتباع اور پیروی اختیار کرلے اور جو اپنے والدین کے نقش قدم پر نہ ہو لوگ اسے نااہل اور نالائق سمجھتے ہیں تو امتی وہی سچا امتی ہے جو حضور V کی سنت پر عمل درآمد کرتا ہو اور جو امتی ہونے کا دعویٰ کرے مگر اپنے نبی کی اتباع نہ کرسکے وہ دعویٰ میں غلط ہے اور یہ دعوی اس کے لئے باعث تمسخر ہے۔

محترم بھائیو! یہ رمضان المبارک کا مہینہ بھی اس امت پر خداوند تعالیٰ کے خاص کرم کا مہینہ ہے، خداوند کریم نے اس امت پر حد سے زیادہ انعامات و اکرامات کئے ہیں، اور کررہا ہے اس کی نعمتیں تو لاتعدولا تحصی ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں یہ ہماری روح ہماری زندگی ہمارا وجود، یہ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں دل و دماغ یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں جس سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ زمین، ہوا، پانی غلہ، پھل پھول جو کچھ بھی ہمارے لئے ضروری تھا سب اللہ جل شانہ نے زمین کے دسترخوان پر ہمارے لئے بچھا دیا۔ پھر خاص طور پر انسان کو تو اشرف المخلوقات بنادیا، اپنا خلیفہ بنا دیا، ساری مخلوق پر اسے اقتدار اور تسلط دیا تا کہ وہ اس میں تصرف کرتا رہے، یہ خاص انعام ہے۔

سب سے بڑی نعمت اللہ کی ہمکلامی اور اس کلام کا مخاطب بننا ہے

انسان پر سب سے بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ خدا نے اسے اپنی ہم کلامی سے مشرف کیا، اپنے کلام کا مخاطب بنایا اپنے کلام کے نزول کا اہل بنادیا، اس کی افہام وتفہیم اوراس کی تلاوت کرنے سے نوازا۔ ہر نعمت اس کی بے حد ہے، مگر یہ نعمت کہ اللہ نے حضور نبی کریم V کو مبعوث فرما کر انکے ذریعہ ہمیں اپنے کلام سے مشرف فرمایا، ہمارے پاس قرآن مجید بھیجا، اور ہمیں اس قابل کردیا کہ اس کی تلاوت کریں اسے سنیں اس کو سمجھیں اس پر عمل کریں اس پر غور وفکر کریں۔ یہ خدا کی وہ خاص نعمت ہے جس کا جواب نہیں اور جسے خود اللہ نے بطور امتنان ذکر فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:17)

”ہم نے اسے نازل کیا اور پھر اسے سمجھ اور نصیحت کے لئے آسان بھی بنادیا۔“

قرآن مجید اللہ کا کلام نفسی ہے اور اللہ کی ذات وصفات کا تحمل ادراک اور فہم ہمارے اذہان سے باہر کی چیز ہے تو اللہ نے اپنے کلام نفسی کو اس کلام لفظی کا شکل دے کر اسے آسان کردیا۔

تلاوت قرآن صرف اس امت کی خصوصیت ہے

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت فرشتوں کو بھی حاصل نہیں اور اسی وجہ سے جیسا کہ حدیث میں ہے فرشتے نماز میں شریک ہوتے ہیں کہ امام کی تلاوت سنیں، جب سورۂ فاتحہ ختم ہو تو آمین کہتے ہیں اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے، وہاں ملائکہ جمع ہوکر عرش تک اوپر نیچے پرے لگادیتے ہیں اردگرد گھیرا ڈال دیتے ہیں۔ حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ کہ اس قرآن کی وجہ سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں فرشتے بھی اس کے مورد بن سکیں اور اسے سن سکیں تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کی فضیلت ومنقبت صرف اس امت کو حاصل ہے، اگلی امتوں کو بھی اللہ

نے احکام سے نوازا مگر ان کو کتابیں دیں،کلام نہیں دیا مثلاً حضرت موسیٰ m کو تورات شریف ملی جو لکھی ہوئی چیز تھی اس کو کلام نہیں کہہ سکتے۔

کلام اللہ اور کتاب اللہ میں فرق

کتاب الگ چیز ہے اور کلام الگ جس پر متکلم تلفظ کرے اور آواز وصوت پیدا ہو اگر کسی کو اپنی خیریت اور حالات لکھ دو، اس کو کتاب کہیں گے اور اگر ٹیلی فون پر بات چیت کر دیا مشافہۃً کہ کانوں سے سن لے تو اس کو کلام کہیں گے، تو قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اس کے الفاظ معانی دونوں خدا کی طرف سے ہیں جسے اللہ جل جلالہ نے ہماری فہم اور تفہیم کا ذریعہ بنا دیا اور تلاوت اس کی آسان بنادی۔

ماہ رمضان کی برکتیں: تو اس مہینہ میں قرآن مجید اتارا گیا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ (البقرة: ۱۸۵) اس مہینہ میں اللہ کی بے انتہا نعمتیں ہیں۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رمضان میں ایک نفل ستر (۷۰) نفل کے برابر ثواب رکھتا ہے، ایک تسبیح سبحان اللہ کہنے کا بھی ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کے برابر اجر ہے۔ ایک فرض کا ستر فرض کے برابر ثواب ہے، ایک بڑی نعمت اس مہینہ میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

برزخ والوں کو رمضان کا فائدہ: اس کا بڑا فائدہ عالم برزخ والوں کو ہوتا ہے کہ جہنم کے شدائد میں کمی آجاتی ہے، جو لوگ قبر یا برزخ میں ہیں، تو حدیث میں آتا ہے کہ دوزخیوں کو جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے کہ اس کی بدبو، گرمی اور شدت پہنچتی رہے اور جو جنتی ہے ان کیلئے جنت کے دروازے قبر میں کھول دیئے جاتے ہیں اور وہاں کی روح و ریحان خوشبو اور تازگی ان تک پہنچتی ہے۔

القبر روضة من رياض الجنة او حضرة من نصر النيران

"قبر یا تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغ ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔"

تو جو لوگ بُرے اعمال اور فسق و فجور کی وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہیں۔ تو رمضان میں جہنم کے دروازے بند ہو جانے کی وجہ سے ان کو کچھ چھٹی مل جاتی ہے اور قدرے فائدہ ہو جاتا ہے اور جنت کے حقداروں کو جنت کی خوشبو اور نعمتوں میں اور بھی اضافہ ہونے لگتا ہے۔

جہنم والوں کو رمضان کا فائدہ

اس طرح اگر کوئی گنہگار رمضان ہی میں مر گیا تو جیسے کہ جیلخانہ چھٹی کے دن بند رہتا ہے اور اگر اس دن کسی مجرم کو پکڑ لیا جاوے تو اسے باہر رکھتے ہیں۔ پولیس اسے اپنے ساتھ رکھتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گھر سے مجرم کو کھانا وغیرہ جا سکتا ہے، ملاقات بھی خویش و اقارب کر سکتے ہیں مگر جب جیل کا

دروازہ کھلا اور وہاں داخل کر دیا تو سب رعایتیں ختم ہوجاتی ہیں تو اگر یہ شخص گنہگار ہے اور مستحق جہنم ہے، اس مہینہ میں مرجائے تو ختمِ رمضان تک تو کم از کم جہنم کی شدت اور عذاب سے بچ جائے گا۔

حدیث کا دوسرا مطلب

حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ، رمضان میں نیکی کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنت کے داخلہ کے لئے دروازے اعمال صالحہ ہی تو پیدا کئے ہیں ہر نیکی کے بدلہ ستر نیکیوں کے برابر ثواب ہے، ہر رات آواز آتی ہے غیب سے کہ دیا باغی الخير اقبل اے خیر اور بھلائی کی آرزو اور طلب رکھنے والے آگے بڑھ۔یہی وقت ہے نیکی کا، ایک دفعہ استغفار کر تسبیح پڑھ، نماز پڑھ لے، اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کردے۔ویا باغی الشرا قصر'' اور اے شر کے طلبگار ذرا پیچھے ہٹ جاؤ ذرا ٹھہر جا۔

شیاطین قید ہونے کے باوجود گناہ کیوں صادر ہوتے ہیں

رمضان سے پہلے اگر ایک شخص چوری، قتل، جوا، زنا اور دیگر گناہ کرتا ہے تو الزام شیطان پر لگاتا ہے کہ اس کے ورغلانے کی وجہ سے گنا ہوا، مگر یاد رکھئے رمضان میں تو یہ الزام اس پر نہیں لگا سکتے کہ اسے تو رمضان کے آتے ہی ہتھکڑیاں لگ جاتی ہیں۔اور اس کو سمندر کی تہہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔

صفدت الشيطين ومروة الجن میں نے دیکھا کہ پہلی ہی رات سے مساجد بھر گئیں، لوگوں کا میلان نیکیوں کی طرف ہوگیا۔لاکھوں مواعظ سے اتنا کام نہیں ہوتا جتنا کہ رمضان کے آتے ہی لوگوں میں تبدیلی آجاتی ہے اور اللہ کی طرف عبادات اور نماز وغیرہ کی شکل میں متوجہ ہوجاتے ہیں، گھروں میں عورتیں نمازوں کا اہتمام کرنے لگتی ہیں، تو وجہ یہ ہے کہ شیاطین قید ہوجاتے ہیں، مگر جس مرد و عورت کا رمضان میں بھی اللہ کی عبادات اور بندگی کی طرف توجہ اور نیکی کی طرف میلان نہ ہوا، تو سمجھ جایئے کہ اس میں رتی بھر بھی ایمان نہیں۔وہ خود شیطان بن چکا ہے کہ اب جب شیطان بند ہے تو کون یہ گناہ کرواتا ہے؟ خود اس کا نفس کرواتا ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ: ان اعدیٰ عدوك نفسك اللتی بین جنبیك

''یہ تیرا نفس جو تیرے پہلو میں ہے سب سے بڑھ کر تیرا دشمن ہے۔''

نفس امارہ کی کارستانیاں

یہ نفس جب تک مطمئنہ اور لوامہ نہ بن جائے تو اس کے ہاتھوں ہلاکت کے گڑھے میں جاؤ گئے اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا کی تو ہر چیز سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اور تو کون ہے؟ ہر چیز نے جواب دیا کہ تو رب ہے، خالق ہے، مالک ہے اور میں عاجز مخلوق ہوں۔مگر نفس سے جب پوچھا کہ میں کون ہوں

اور تو نفس نے جواب دیا کہ انت انت وانا انا تُو تُو ہے اور مَیں مَیں ہوں۔ یہ نفس خبیث کا جواب تھا، آج بھی نفس کا اثر ہے کہ کہا جاتا ہے کہ میں ایسا ہوں، نواب ہوں، خان ہوں، پٹھان ہوں، میری پوزیشن کا کوئی جواب نہیں، میرے ساتھ کون مقابلہ کرسکتا ہے۔ میں تو لعل و جواہر ہوں۔ الغرض شیطان کے بند ہوتے ہوئے بھی یہ بددیانتی اس سے نفس ہی کرواتا ہے، گویا اس کا نفس اب شیطان بن گیا ہے۔

ایک عجیب خیال

اور اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے اس ملک میں انگریز تھا تو ہم اپنی بددیانتی کو اس پر ڈالتے تھے کہ غلام ہیں اس لئے اسلام کا جھنڈا سربلند نہیں کیا۔ اس لئے اسلامی قانون نہیں چل رہا۔ مگر اب تو ہم ۲۸ سال سے آزاد ہوئے ہیں۔ غلامی نہ رہی تو ہمیں کون اسلام اور قوانین سے روک رہا ہے۔ اب یہ لوگ کیوں بددین ہیں بلکہ اس حالت میں بھی بڑھ چکے ہیں، گویا اب تو یہ خود انگریز بن گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ غلامی کے دَور میں اگر لوگ کوتاہی کرتے ہوئے مرے ہیں تو شاید خدا انہیں بخش دے کہ مجبور تھے مگر اب تو کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔ اس طرح شیطان جب بند ہوا تو نفس خبیث کا پنجہ پڑ گیا اور جن لوگوں کے نفس میں کچھ صلاحیت تھی وہ عبادت میں لگ گئے، دل نرم ہوگئے، باجماعت نماز پڑھنے لگے، پہلے ان پر شیطان کا تسلط تھا، اب وہ جیل گیا تو یہ آزاد ہوئے، اگر اب بھی نہ سنبھلے تو سمجھ جائے کہ وہ ابلیس سے بڑھ کر ہیں جیسا کہ لوگ قیامت کے دن شیطان کو ملامت کریں گے تو وہ جواب دے گا۔

فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ (ابراھیم: ۲۲)

"مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ پر ملامت کرو میرا کوئی جبر نہ تھا"

تو بھائیو! یہ انتہائی خطرے کی بات ہے کہ رمضان میں بھی ہم نماز نہ پڑھ سکیں اور نہ چوری، جوا، جھوٹ، فریب چھوڑ سکیں، ہر رات آواز آتی ہے۔ یا باغی الخیر اقبل۔ "اے خیر کے طالب اسباب خیر کھلے ہیں آگے بڑھ" ویا باغی الشر اقصر "اے شر کے طلبگار اب ذرا پیچھے ہٹ جا"

خدا نے شرک کے دروازے اور جہنم کے دروازے بند کردیئے، تو اے شریر! ذرا تو بھی اپنی شرارت چھوڑ دے۔ ذرا شرم و حیاء خداوند کریم سے لے کر اور برائی چھوڑ دے۔

روزے کا اجر خاص

رمضان کی رحمتوں میں بڑی رحمت یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

الصوم لی وانا اجزی بہ "روزہ خاص میرے لئے ہے تو میں ہی اس کا اجر دوں گا۔"

روزہ ایسی عبادت ہے کہ جو عاشق ہوگا وہی روزہ رکھے گا روزہ کا علم کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتا۔ یہ غیر اللہ کیلئے

نہیں ہوسکتا، اس میں ریا و نمود نہیں آسکتی جو روزے رکھتا ہے وہ اپنے مالک اور رب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگتا ہے، اللہ کھاتا نہیں، پیتا نہیں، غنی ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے، ان تمام چیزوں سے، تو اس کا غلام بھی انہی چیزوں کو اپناتا ہے تو اجر بھی اللہ خاص طور پر خود ہی دیتا ہے، جیسا کہ ایک حاکم دربار منعقد کر کے کسی کو بلا لیتا ہے اور خاص اپنے ہاتھ سے اسے تمغہ سے نوازتا ہے، دوسرے وسائل اور ذرائع سے اتنی عزت نہیں ہوتی، تو روزہ دار کو اتنی بڑی خوشخبری ہے کہ براہ راست حق تعالیٰ کے انعام کا مستحق بنتا ہے، ایک دوسری قراءت 'انا اجزی به" کی ہے کہ میں خود اسکو بدلہ میں دیا جاؤں گا تو اسکی قدر و قیمت کی تو حد ہی نہیں کہ جو بندہ شرائط اور آداب کے مطابق روزہ رکھے گا وہ محبوب حقیقی کے وصال سے سرفراز ہوگا۔ تمام عالم کا بادشاہ، عالم کا مالک اور محبوب حقیقی جب اپنا دیدار روزے کے بدلے میں دیتا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

روزہ قیامت میں بھی ساتھ دے گا

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ظلم کرنے والوں کی نیکیاں اس کے بدلہ میں اصحاب حقوق لے لیں گے، مگر یہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس کا اوروں کو علم نہیں ہوگا۔ تو جب ساری نیکیاں اوروں کو حقوق میں دے دی جائیں گی کہ ہمارے ظلم اور حق تلفی کا تو کوئی حد نہیں۔ مظلوم سب کچھ لے گا، مگر یہ روزہ اس وقت جہنم کی آگ کے سامنے ڈھال بن جائے گا، یہ نیکی محفوظ رہے گی۔ الصوم جنة روزہ ایک ڈھال ہے۔

رمضان اور نزول قرآن کا باہمی تعلق

پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت وہی ہے جو میں نے عرض کر دی کہ خدا نے اس ماہ ہمیں قرآن کا طالب بنا دیا۔ یہ طالبعلمی کا زمانہ ہے اور طالب العلم وہی ہے جو بھوکا ہو، پیاسا ہو، راتوں کو جاگتا ہو، یکسو ہو کر ایک طرف کا رہے، توجہ ایک طرف ہو جائے رات کو قرآن تراویح میں پڑھنا اور سننا اور دن کو اس کے سبق اور تعلیم کی لذت میں اس کے تصور میں اور اس پر عمل کرنے میں مستغرق رہنا یہ عملی تربیت ہے، قرآنی تعلیمات کی اس لئے روزہ ہی میں قرآن نازل کیا گیا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرة: ۱۸۵)

"خداوند کریم نے بیت العزت سے آسمانی دنیا میں اسی ماہ قرآن اتارا"

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ پھر بیت العزت سے نزول جو شروع ہوا وہ بھی ایک روایت کے مطابق رمضان ہی میں ہوا تو چاہیے کہ رات دن تلاوت کا اہتمام کریں، رات کو ایک مرتبہ تراویح میں قرآن سننا سنت ہے اور پھر ہمارے اکابر امام ابوحنیفہؒ جیسے بزرگ تو ہر دن اور ہر رات ایک ختم فرمایا کرتے تھے۔ ان حضرات نے رمضان کا کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ ضائع نہیں کیا۔ اگر تلاوت نہ کر سکیں تو استغفار، تسبیح اور تمجید اور

ذکر تو کر سکتے ہیں، ان امور میں غفلت نہ کریں۔

حدیث کی تشریح

حدیث کی تشریح کے لئے تو وقت نہیں رہا۔البتہ اس کا ترجمہ عرض ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان میں انتہا کو پہنچ جاتی تھی، جب حضرت جبرئیلؑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات فرماتے اور جبرئیلؑ رمضان شریف کی ہر رات میں آپ سے ملاقات فرماتے تھے، اور قرآن کریم دَور کرتے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کے معاملہ میں چلتی ہواؤں سے زیادہ تیز ہو جاتے تھے۔

سخاوت اوو جود میں فرق

حدیث شریف میں لفظ جود ہے، سخاوت اور جود میں فرق ہے' سخاوت صرف مال کی تقسیم کا نام ہے اور جود اعطاما منیغی لمن ینبغی کو کہتے ہیں جو کہ عام ہے صرف مال دینے پر موقوف نہیں بلکہ جو شئے بھی جس کیلئے مناسب ہو اسے دے دی جائے۔ بلا امتیاز تمام اشیاء کی تقسیم کا نام جود ہے۔ مثلاً فقیروں کو اموال تقسیم کرنا تشنگانِ علوم کے لئے افاضہ علم کرنا گمراہ کردہ راہوں کیلئے ہدایت کرنا یعنی ہر کام اپنے محل میں کرنا یہ ہے جود۔

حضورؐ کی جود

تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کو وہ چیز عطا فرماتے جو اس کے مناسب حال ہوتی تو جود ایک ملکہ ہے اور سخاوت اس کا اثر ہے اور پیغمبر علیہ السلام اپنے ملکات کے اعتبار سے تمام اہل کمال پر تفوق رکھتے تھے، پیغمبر کی سخاوت کی بھی نظیر نہیں بحرین سے ایک لاکھ روپیہ آیا نماز کے بعد سب کو تقسیم کر دیا اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ عصر کی نماز ادا فرماتے ہی جلد حجرہ مبارک تشریف لے گئے اور سونے کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لائے۔ فرمایا یہ ٹکڑا گھر میں تھا میں نے اس لئے جلدی کی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایسی چیزوں کا رہنا مناسب نہیں، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں پھولدار گدا بچھا ہوا دیکھا تو فوراً واپس تشریف لے آئے حضرت ام المومنین گھبرا گئیں۔ عرض کیا حضرت کیوں واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا مالی و للدنیا ہمارا دنیا سے کیا تعلق۔ عرض کیا کہ آپ کے آرام کے لئے یہ تکیہ بنایا تو مالی و للدنیا کہہ کر فوراً تقسیم کر دیا۔ ایک خاتون بڑے اشتیاق سے ایک تہبند لائیں۔ عرض کیا کہ حضرت آپ اسے پہن لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت قبول فرمایا اور پہن لیا۔ ایک صحابیؓ نے دیکھ کر چھوا اور کہا یہ تو بہت عمدہ ہے دید یجئے۔ آپ فوراً مکان میں تشریف لے گئے۔ پرانا تہبند پہنا اور

اس کو تہ کر کے اس صحابیؓ کوعنایت فرمایا۔لوگوں نے اس صحابیؓ کو ملامت کی تو صحابیؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے یہ تہبند مانگا کہ اس کا اتصال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے ہو چکا ہے، میں اسے اپنے کفن میں رکھنا چاہتا ہوں کہ آپکے جسد اطہر سے یہ کپڑا مس ہوا ہے۔تو میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے گا غزوہ حنین کے موقعہ پر بہت سے دیہاتیوں نے آگھیرا کہ کچھ عنایت فرمایئے۔ہم آپ کا مال نہیں مانگتے آپ کے باپ کا مال نہیں مانگتے، اللہ کا مال مانگتے ہیں۔آپ انکی اس گستاخانہ گفتگو سے متاثر نہ ہوئے اور نہ برا مانے اور برابر مال دیتے رہے۔حتیٰ کہ اژدحام کی وجہ سے پیچھے ہٹتے ہٹتے کیکر کے درخت میں اُلجھ گئے فرمایا کہ اگر اس وادی کے خاردار درختوں کی مقدار میں میرے پاس مویشی ہوتے تو سب کو تقسیم کر دیتا۔ یاد رکھیں کہ اس موقع حنین میں ۲۴ ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور بارہ ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تقسیم کر دیئے۔ یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان جود کا احقر کرشمہ۔

حضورؐ کا تخلق باخلاق اللہ

مگر رمضان شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جود بہت بڑھ جاتا تھا کیونکہ رمضان شریف میں خداوند کریم کا جود لامتناہی اور بے شمار ہوتا ہے تو تخلقوا باخلاق اللّٰہ کی فضیلت بھی پیغمبر علیہ السلام سب سے زیادہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب خداوند کریم کے جود کی رمضان شریف میں یہ حالت کہ الصوم لی وانا اجزی به اور من قام رمضان ایماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه جو شخص رمضان میں ایمان و یقین کے ساتھ حسبۃً لِلّٰہِ عبادت کرے تو اس کے سابق گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر اس رمضان میں لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے والوں اور عبادت گزار کو ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ اجر دیتے ہیں تو پیغمبر کا جود بھی حد سے زیادہ ہو جاتا تھا۔ اور جس طرح رب العالمین رمضان میں احسانات اور رحمت کی بارش برساتا ہے تو حضور پُر نورؐ بھی اس ماہ مبارک میں جود و کرم زیادہ فرماتے تھے۔خصوصاً اس وقت جب کہ رمضان کی راتوں میں جبرئیل علیہ السلام آ کر قرآن مجید کا دور فرماتے تھے اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کے دور کی وجہ سے علمی و عملی توقیات ہوا کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات میں جس قدر ارتقائی کیفیات جلوہ گر ہوتی تھیں۔ اسی قدر جود میں بھی ترقی ہوتی تھی، تاکہ یہ کمالات اپنی ذات تک محدود نہ رہیں بلکہ ساری امت کو اس سے بہرہ اندوز فرماتے تھے۔تو رمضان شریف میں قرآن مجید کے دور کے وقت ان ہواؤں سے جو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے چھوڑی جاتی ہیں جو زندگی کا مدار ہیں اس سے بھی آپ کی جو زیادہ ہوا کرتی تھی آپ رحمتہ اللعالمین ہیں۔ الغرض امت کو بھی چاہیے جو روحانی اولاد ہے کہ رات کو قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہے اور جود و سخا کی صفت اپنے اندر پیدا کریں۔ تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر نجات دارین حاصل کریں۔ واٰخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

(قسط ۶۴)

مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۵ کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ وا قارب، اہل محلّہ وگردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

شیخ الحدیث کے مجلس کی ایک جھلک دارالعلوم دیوبند اور اکابرین دیوبند کا تذکرہ

۲رمئی ۱۹۸۵ء حسب معمول بعد العصر مجلس شیخ الحدیث دامت برکاتہم مہمانوں کے علاوہ دورہ حدیث کے منتہی طلبہ بھی موجود تھے، قاری محمد عبداللہ ڈیروی نے دریافت کیا۔

حضرت! آپ جب دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے تھے تو اس وقت علامہ انور شاہ کشمیری دیوبند میں تھے یا ڈابھیل تشریف لے جاچکے تھے؟

حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا:

اولاً جب میں دارالعلوم دیوبند حاضر ہوا تو یہ وہ زمانہ تھا جب سواتی اور بنگالی طلبہ میں جھگڑا تھا' نائب مہتمم مولانا محمد احمد صاحب تھے پٹھان طلبہ میں داخلہ کے سلسلہ میں قدرے سختی کی جارہی تھی اور واقعتاً اس وقت ایسا کرنا ضروری بھی تھا۔میرے لئے بھی داخلہ مشکل ہوگیا تھا تو میں اپنے استاد مولانا مشتاق حسن صاحب کے ہاں گلوٹی حاضر خدمت ہوا، وہ گلوٹی سے کلکتہ روانہ ہوئے تو میں نے بھی ان کی رفاقت و خدمت کو سعادت سمجھا اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ان کے ساتھ رہ کر ان فنون کے تحصیل کی، اس سال حضرت

العلامہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند سے تشریف لے جاچکے تھے، تاہم ان کا قلب دارالعلوم دیوبند سے بندھا رہا، کچھ عرصہ وہاں تدریس کی، پھر واپس دیوبند تشریف لائے اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اور فوائد عثمانی

قاری محمد عبداللہ صاحب کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا: تقسیم سے قبل دارالعلوم دیوبند میں زمانہ تدریس کے قیام کے دوران میں علامہ شبیر احمد عثمانی سے ملاقاتیں اور مجالس ہوا کرتی تھیں، مختلف علمی و سیاسی موضوعات پر موصوف سے گفتگو رہتی، ایک روز دوران گفتگو میں نے دریافت کیا۔

حضرت! آپ کی تصانیف میں سے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ فتح الملهم شرح صحیح مسلم جیسی علمی اور بلند پایہ کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں، ادھر حضرت شیخ الہند کے ترجمہ وتفسیر قرآن کی تکمیل ''فوائد عثمانیہ'' کے نام سے کی ہے، ان میں زیادہ محنت، تعب اور مشکل اور دقت کس تصنیف میں آپ کو پیش آئی تو انہوں نے بڑی شفقت سے فرمایا: تصنیف اور تالیف کے میدان میں خدا کا فضل شامل حال رہا جس موضوع پر لکھنا چاہا اللہ کی مدد نے یاد آوری کی، البتہ حضرت شیخ الہند کے ترجمہ وفوائد کی تکمیل میں بڑا حزم احتیاط اور صبر آزما مراحل سے گرزنا پڑا ایک ایک جملہ اور لفظ لفظ پر غور وفکر، محنت ومطالعہ اور بڑے حزم واحتیاط اور سوچ بچار کرنا پڑا اور یہ خالص خدا کے فضل اور اس کے احسان سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔

شیخ مدنیؒ سے تعلق

قاری صاحب موصوف نے جب محمد علی جناح سے تعلق یا ملاقات کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے فرمایا کہ محمد علی جناح سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا اور نہ ان سے کبھی ملاقات ہوئی۔ الحمدللہ الحمدللہ شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ سے جب سے تعلق قائم ہوا۔ تب سے کسی دوسری جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا تذکرہ

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا تذکرہ چھڑا تو ارشاد فرمایا:

ایک مرتبہ اد لاہور تشریف لائے تھے، ایک بہت بڑا جلسہ ہوا یہ زمانہ بھی وہی تھا بیگانے تو کیا اپنے بھی مولانا ابوالکلام آزادؒ کو اپنی تنقید وتردید کا نشانہ بنائے ہوئے تھے۔ مجھے بھی اس موقعہ پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا آزادؒ کی تقریر تھی۔ تقریر کیا تھی، عقل وشعور اور جذبات کا آمیزہ تھا، دلائل و براہین آزاد کی خطابت میں ڈھل کر سامعین کے دل ودماغ کو مسحور کر رہے تے کہ لوگوں نے ابوالکلام آزاد

زندہ باد کے فلک شگاف نعرے شروع کردئے۔تو مولانا آزادؒ نے فرمایا: مسلمانو! یہ وقت نعروں کا نہیں کام کرنے کا ہے۔اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ اور کام کرلو۔ بجائے جوش کے ہوش سے کام لو، اب تو میرا پیغام صرف یہی رہ گیا ہے کہ مسلمان بیدار ہو اور نعرہ بازی کی بجائے کام کریں۔مگر حیرت ہے کہ جب میں یہی بات کہتا ہوں تو مسلمان بجائے اس کے کہ کچھ کام کرلیں الٹا میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

مولانا آزادؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن کی خطابت

قاری صاحب موصوف نے مولانا آزادؒ، شیخ مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰنؒ مفتی کفایت اللہؒ اور سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کی تقاریر اور کردار کے بارے میں شیخ الحدیث دامت برکاتہم سے بات چھیڑی تو ارشاد فرمایا:

اللہ! وہ کیسے اور کتنے عجیب لوگ تھے کردار اور عمل کے پکے، بات کے سچے، منافقت اور مداہنت سے کوسوں دور، اس لئے جو بات کرتے تھے دل میں اتر جاتی تھی۔

مولانا آزادؒ کی تقاریر عقل وشعور اور جذبات کی آمیزش سے تیار ہوتی تھیں۔شستہ گفتگو، ادبی طرز ادا اور پھر خود مولانا آزادؒ کی خطابت سے اس میں جادو بھر جاتا تھا ایسا معلوم ہوتا کہ دشمن کے سروں پر فولادی ہتھیار سے حملہ کر رہے ہیں۔ایک ایک حرف شجاعت و صداقت کا آئینہ دار تھا۔مولانا حفظ الرحمٰن مولانا آزادؒ کے نقش قدم پر تھے ان کا انداز نرالا تھا سامعین اور حاضرین کے دل مٹھی میں لے لیتے تھے۔ ان جیسی سحر بیانی کسی دوسرے میں دیکھنے میں نہیں آئی۔

مولانا احمد سعید بلبل ہند تھے۔مولانا حفظ الرحمٰن کا اپنا مقام بہت بڑا تھا مگر مولانا احمد سعید لسان جمعیۃ تھے وہ دہلی کی جامع مسجد میں جب خطاب کرتے تو ہزاروں کے مجمع پر سناٹا چھا جاتا۔ پوری کائنات ہمہ تن گوش ہوتی۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تو ہندوستان کے سب سے بڑے خطیب تھے، وہ تو جامع الکمالات تھے۔ان کی تقریر میں سب سے زیادہ محبوب چیز قرآن کی تلاوت تھی محسوس ہوتا گویا اب قرآن نازل ہو رہا ہے۔ سننے والے محظوظ ہوتے اور وجد محسوس کرتے۔ دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لاتے رہے۔مگر بدقسمتی سے اس زمانہ میں ٹیپ ریکارڈر کا شیوع نہیں ہوا تھا۔اس لئے محفوظ نہیں کی جا سکیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسہ میں ایک مرتبہ تقریر فرما رہے تھے کہ بجلی فیل ہوگئی یا کر دی گئی۔ کارکن اس کے بنانے میں لگے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا: بھائی! بجلی بنانا چھوڑ دو اور ٹھک ٹھک بند کردو۔ عطاء اللہ شاہؒ نے جس بات کے بیان کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے، وہ بیان کر کے رہے گا۔

کارکن آرام سے بیٹھ گئے۔حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر جاری تھی کہ صبح کی اذان ہوگئی۔بغیر لاؤڈ سپیکر کے شاہ جی کی یہ تقریر رات بھر چھ گھنٹے جاری رہی، کیا مجال کہ کسی نے کروٹ لی ہو۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ بہت کم بولتے تھے اور جب بولتے تو ان کی ایک ایک بات وزنی اور کافی ہوا کرتی تھی۔شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ کے سامنے کسی کو بھی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی مگر مجھے حیرت ہوتی کہ اہم اور مشکل مسائل کے وقت حضرت مدنیؒ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کو بلاتے ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے کو صائب قرار دیتے، یہ خصوصیت صرف حضرت مفتی صاحب کو حاصل تھی، مراد آباد کے ایک اجلاس میں جب گڑ بڑ ہوئی تو حضرت مدنیؒ نے مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کو بلایا وہ تشریف لائے۔صورت حال سے واقفیت کے بعد انہوں نے جو تجاویز پیش کیں وہ سب نے قبول کرلیں درحقیقت حضرت مفتی صاحبؒ جمعیۃ علماء ہند کے روح رواں تھے۔

شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی شان سب سے نرالی تھی، علماء بہت دیکھے، مدرسین کے درس میں شریک ہوئے، ہندوستان کی قیادت کو پرکھا مگر جو چیز اور امتیازی صفات شیخ مدنیؒ میں دیکھے وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہیں آئے۔شیخ مدنیؒ کا تقویٰ، شجاعت، شرافت، تواضع، انکساری اور کسر نفسی ان کیلئے طبعیت ثانیہ بن چکی تھی۔جب حضرت مدنیؒ کا نام سنا تھا اور دیکھا نہیں تھا تو نام کی شہرت سے ان کی شخصی عظمت کا ایک نقشہ ذہن میں بن چکا تھا۔خیال تھا کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور امیرانہ رکھا رکھاؤ کے آدمی ہوں گے۔مگر جب ان کی مجلس دیکھی، ان کی معاشرت دیکھی تو انہیں کچھ اور پایا۔ان کا علم بھی بے مثال تھا اور حلم بھی بے مثال۔

دوسری درسگاہوں میں منطق اور فلسفہ کی بڑی کتابیں پڑھ کر جب شیخ مدنیؒ کی درسگاہ میں حاضری دی تو ان کی درسگاہ میں سب سے بڑی خصوصیت یہ پائی کہ خود کو پہچان لیا، خود شناسی کا احساس ہوا اور علم اور علماء کی شان سامنے آئی، جب مجھے دارالعلوم دیو بند میں تدریس کا موقعہ ملا تو اس زمانہ میں بھی شیخ مدنیؒ کا درس حدیث ہوا کرتا تھا۔میں نے اپنے زمانہ تدریس مین بھی شیخ مدنیؒ کے درس میں شرکت کی کوشش کی تدریس کے اوقات کے علاوہ ۱۲ بجے کے بعد، بعد العصر، بعد العشاء کے درسوں میں شریک ہوا کرتا تھا، شیخ مدنیؒ درس علمی اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ آسان اور سہل ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ ۱۵ روز تک مسلسل حضرت مدنیؒ سفر پر رہے۔ جب واپسی ہوئی تو سب کو یقین تھا کہ حضرت تھکے ہوئے ہیں اور مطالعہ بھی نہیں کیا، سبق نہیں ہوگا مگر آپ گاڑی سے اترے اور سیدھے دارالحدیث میں پہنچے اور سبق پڑھانا شروع کر دیا۔ نواقضات وضو کا بیان تھا، ارشاد فرما رہے تھے کہ مسئلہ زیر بحث میں آٹھ مذاہب مشہور ہیں، پھر مذاہب، ان کے دلائل اور تفصیل سے بحث کی، طلبہ متحیر کہ تھکے ماندے ہونے کے باوجود اس قدر علمی تبحر وسعت مطالعہ اور قوت حافظہ یہ تو بس ان ہی کی کرامت تھی۔
ایک مرتبہ درس کے دوران ایک طالب علم نے کسی مسئلہ میں شمس بازغہ کی بحث چھیڑنا چاہی تو شیخ مدنیؒ نے متعلقہ مسئلہ میں عبارات پڑھ پڑھ کر بحث کا مکمل احاطہ کیا اور فرمایا: بھائی میں نے جب شمس بازغہ پڑھی تھی اس زمانہ میں کل نمبر پچاس ہوا کرتے تھے اور مجھے امتحان میں ۶۳ نمبر حاصل ہوئے تھے۔

بہرحال اپنے اساتذہ میں میں شیخ مدنیؒ اور اکابر ہندمین شیخ مدنیؒ سے جو قلبی عقیدت اور وارفتگی اور غیر اختیاری تعلق رہا وہ کسی دوسرے سے پیدا نہ ہوسکا۔

دارالعلوم کا نیا تعلیمی سال اور کمیٹی کی تجاویز

جولائی ۱۹۸۵: دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کے لئے طلبہ کا باقاعدہ داخلہ گیارہ شوال سے 20 شوال تک جاری رہا۔ جبکہ 10 شوال کو دارالعلوم کے اساتذہ کا خصوصی اجلاس ہوا، جس میں طلبہ کے داخلہ جدید طلبہ کیلئے داخلہ میں ہر ممکن رہنمائی وسہولت، دارالعلوم کے قواعد وضوابط سے طلبہ کو آگاہ کرنا۔ گذشتہ سال فیل ہونے والے یا سالانہ امتحان سے غیر حاضر ہونے والے طلبہ کے مسائل کو نمٹانا، غیر شرعی شکل وصورت کے طلبہ کو تنبیہ اور آئندہ کیلئے عہد لینا۔ داخلہ انٹرویوز اور داخلہ امتحانات کا اہتمام، دوران سال مطالعہ وتکرار، اخلاقی تربیت، امتحانات اور معیار تعلیم کو مزید بلند اور مستحکم کرنا اور اس نوع دیگر اہم امور پر غور کیا گیا۔ نیز فیصلہ کیا گیا کہ دوران سال بھی مختلف وقفوں سے اساتذہ کی اس کمیٹی کا اجلاس ہوتا رہے، تاکہ دارالعلوم میں تعلیمی، انتظامی اور تربیتی کام کا جائزہ اور محاسبہ لیا جاتا رہے۔ اور اس کو مزید معیاری بنانے کے لئے کمیٹی سفارشات مرتب کر کے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کو پیش کرتی رہے، نیز کمیٹی کے اس اجلاس میں نئے تعلیمی سال کیلئے چند اہم قواعد اور ضابطے مرتب کئے گئے، جن کی بعد میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے منظوری دے دی، جن میں بعض درج ذیل ہیں:

(۱) ایسے طلبہ جو گذشتہ سال بغیر کسی شرعی اور واقعۃً قابلِ لحاظ عذر کے سالانہ امتحانات میں شریک نہیں

ہوئے اس سال ان کو قطعی طور پر داخلہ نہیں دیا جائے گا اور اس سلسلہ میں کوئی سفارش وغیرہ مسموع نہ ہوگی ۔

(۲) ایسے طلبہ جو گذشتہ سال امتحان میں تین یا تین سے زائد کتابوں میں فیل ہوگئے ہوں اس سال انکا داخلہ بند رہے گا ، البتہ فیل ہونے والے طلبہ کو مشروط داخلہ دیا جائے گا ، یعنی سہ ماہی امتحان تک طالبعلم اپنے قیام وطعام کا خود ذمہ دار ہوگا ، گذشتہ سال کی کتابیں اس سال سے دوبارہ پڑھنا ہوگی اور اگر سہ ماہی امتحان میں اس نے کامیاب نمبر حاصل کئے تو اس کے مستقل داخلہ اور قیام وطعام کی منظوری دیدی جائیگی ۔

(۳) ایسے طلبہ جو گذشتہ سال سالانہ امتحان میں ایک یا دو کتابوں میں فیل ہوئے ہوں تو حسب ترتیب نئے تعلیمی سال میں ایک اور دو ماہ ان کا کھانا بند رہے گا اور ان کا داخلہ بھی موقت رہے گا اور مزید اس سلسلہ میں حسب حال کمیٹی کی سفارش ملحوظ رہے گی ۔

سال نو کی افتتاحی تقریب

۱۱۔جولائی 22رشوال سے دورۂ حدیث کے علاوہ دوسرے درجات کے داخلے بند کردئے گئے ، اساتذہ اور منتظمین ،طلبہ کے فارم داخلہ کی تصحیح وترتیب ، فارموں سے مختلف درجوں اور کتابوں کے شرکاء کی فہرست اور دارالاقاموں میں طلبہ کے قیام کے انتظام وغیرہ امور میں مصروف ہوئے ، اکثر کام نمٹا لیا تو حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے 22 شوال بروز جمعرات ساڑھے نو بجے سال نو کی افتتاحی تقریب کے انعقاد کا اعلان فرمایا۔ وقت مقررہ پر اساتذہ وطلبہ دارالحدیث میں پہنچ گئے ، ہال کھچا کھچ بھر چکا تو دارالحدیث کے سامنے والے برآمدے اور صحن میں بھی دریاں بچھادی گئیں۔ اندر باہر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی قاری محمد سلیمان صاحب کی تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے بخاری شریف کے درس سے افتتاح کیا اور مختصر خطاب بھی فرمایا جسے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے محفوظ کردیا گیا ہے ۔

مولانا اصلاح الدین کا وفاق المدارس کے امتحان میں پہلی پوزیشن لینا

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت 6رشعبان سے گیارہ شعبان 1405ھ تک منعقد ہونے والے سالانہ امتحانات کے نتائج کا اعلان کردیا گیا ہے اور وفاق کے مرکزی دفتر سے ملحقہ مدارس کو نتائج کی تفصیلی رپورٹ بھیج دی گئی ہے ، اس سال بورڈ کے تحت درجۂ عالیہ (دورۂ حدیث) کے امتحان میں 53 دینی مدارس کے شرکاء کی تعداد 1052رہی ، جبکہ دارالعلوم حقانیہ نے بورڈ کے تحت امتحان میں شریک ہونے والے طلباء کی 121 تھی ۔ جو امتحان میں شریک تمام مدارس میں سب سے بڑی تعداد ہے اور دارالعلوم کے جو طلباء وفاق المدارس کے تحت امتحان میں شریک نہ ہوسکے ،تو دارلعلوم کے زیر اہتمام ان کا علیحدہ امتحان لیا گیا اور کامیاب ہونے کی صورت میں دارالعلوم سے ان کو سندات جاری کی گئیں۔

گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی ملکی سطح پر وفاقی بورڈ کے تحت 1052 شرکائے امتحان میں دارالعلوم کے طالب علم مولانا اصلاح الدین حقانی بن مولانا سراج الدین نے 600 میں سے 503 نمبر لے کر اول پوزیشن حاصل کی ۔ جبکہ درجہ ثانویہ میں دارالعلوم کے طالب علم مولوی محمد زہیر احمد بن محمد سلیم نے 600 میں سے 473 نمبر حاصل کر کے پورے بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کی ۔

مجموعی حیثیت سے دارالعلوم کا فیصد نتیجہ 70.25 سے رہا ، جو دارالعلوم کے اساتذہ و منتظمین اور معاونین و مخلصین کے لئے حوصلہ افزاء اور باعث افتخار ہے ۔(اللھم زد فزد)

دارالعلوم کے بجٹ اجلاس میں بیس لاکھ روپے کی منظوری

دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس دارالعلوم کے لائبریری ہال میں زیر صدارت حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب منعقد ہوا جس میں ملک کے دور دراز حصوں سے دارالعلوم کے ارکان شوریٰ نے شرکت کی ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم کے مختصر خطاب کے بعد احقر نے بجٹ پیش کیا، جس میں دارالعلوم کے تمام شعبوں کی کارگذاری اور آمد وخرچ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی تھی ۔ پھر سالِ رواں کے سالانہ اخراجات کے لئے 20 لاکھ اٹھاسی ہزار 6 سو روپے کا میزانیہ پیش کیا۔ میں معزز اراکین شوریٰ سے عرض کیا کہ سالِ گذشتہ دارالعلوم کے مختلف مدات پر 15 لاکھ چھیاسی ہزار سات سوتیس روپے خرچ ہوئے ، بجٹ اجلاس میں ارکان نے دارالعلوم کی ترقیاتی سکیموں پر کھل کر اظہار خیال کیا اور دارالعلوم کے مثالی اور متوازن بجٹ کو سراہا۔ اجلاس نے ملک وملت کے مشاہیر اہل علم وفضل اور دارالعلوم کے بعض ارکان کی وفات پر اظہار تعزیت کیا اور ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کیں ۔حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

عیدالاضحیٰ کا خطاب

اس بار عیدالاضحیٰ کے موقع پر حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی علالت کی وجہ سے احقر نے حسبِ معمول اکوڑہ وملحقات سے آنے والے سینکڑوں مخلصین وحاضرین کے ایک بہت بڑے مجمع سے خطاب کیا، نماز عید کے بعد کثرت سے آنے والے عقیدت مندوں اور مخلصین ومحبین سے مصافحہ وملاقاتیں کیں ۔

شیخ الحدیث مولانا مفتی ولی حسن اور مفتی جمیل خان کی آمد

5/اگست ، مولانا مفتی ولی حسن صاحب کراچی ، قاری سعید الرحمٰن صاحب راولپنڈی ، مولانا محمد جمیل خان صاحب کراچی دارلعلوم تشریف لائے ، رات کا قیام میرے ہاں تھا ، صبح شیخ الحدیث دامت برکاتہم سے ملاقات کی اور مفتی ولی حسن صاحب نے دارالحدیث میں طلبہ سے خطاب بھی فرمایا۔

متحدہ شریعت محاذ کا قیام اور دوسرے اجلاس کی کارروائی

قومی اسمبلی اور سینٹ میں اسلامی نظام کے نفاذ کے مساعی اور جدوجہد کو منظّم، مضبوط اور مربوط بنانے کے لئے اسمبلیوں کی تشکیل کے فوراً بعد شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی دعوت پر انکی قیام گاہ گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد میں شریعت محاذ کا قیام عمل میں آیا جس میں دیوبندی بریلوی، اہل حدیث، جماعت اسلامی، اور دینی درد سے سرشار دیگر جماعتوں کے کئی سرکردہ ارکان نے شرکت کی اور حزب اقتدار وحزب اختلاف کے جھمیلوں سے قطع نظر شریعت اسلامیہ کی بالادستی کیلئے پوری یکجہتی اور ہم آہنگی اور طمع و لالچ اور خوف وترغیب سے بالاتر ہوکر شریعت محاذ کے ذریعہ جدوجہد کی ضرورت محسوس کی اور اس محاذ کیلئے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کو بطور کنوینر کام کرنے پر سب نے اتفاق کیا۔والد ماجد کی دعوت پر شریعت محاذ کی دوسری میٹنگ ہوئی اس میٹنگ کی مختصر کارروائی جو احقر نے محاذ شریعت کے ترجمان کی حیثیت سے پریس کو جاری کی حسب ذیل ہے:

اسلام آباد:۲۲ راگست ۱۹۸۵ء قومی اسمبلی اور سینٹ میں نفاذ شریعت محاذ نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں حکومت کی سردمہری پر شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ حکومت دیگر تمام کاموں سے پہلے شریعت کی بالادستی کے کام کو اولیت دے، یہ اجلاس آج یہاں گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد میں نفاذ شریعت محاذ کے کنوینر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ایم این اے اکوڑہ خٹک کی دعوت پر انہی کی صدارت میں منعقد ہوا، اجلاس نے ایک قرارداد کے ذریعہ اس امر پر تشویش ظاہر کی کہ پانچ ماہ کے عرصہ میں شریعت کے نفاذ کو برابر ملتوی کیا جارہا ہے جس سے اسمبلی اور حکومت کا امیج خراب ہوتا جارہا ہے، جبکہ ملک کو درپیش بحرانوں کا حل صرف اور صرف مکمل طور پر شریعت کے نفاذ میں ہے۔قرارداد میں کہا گیا کہ اسلامی نظام کے سلسلہ میں جو اقدامات کئے گئے ہیں یا مجلس شوری نے قصاص دیت، قاضی کورٹ وغیرہ کی جو سفارشات متفقہ پیش کی ہیں حکومت کو ان اقدامات سے پیچھے ہٹنے نہیں دیا جائے گا اور ان قوانین کو دوبارہ متنازعہ بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، حکومت اور اسمبلی کو چاہیے کہ اس راہ میں رکاوٹ بننے والے تمام قواعد وضوابط معطل کرکے نفاذ شریعت کے متعلق بلوں، قراردادوں اور تجاویز کو اولین اہمیت دے، اجلاس نے سینٹ میں نفاذ شریعت بل قبول کرلینے پر سینٹ کو خراج تحسین پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ اس بل کو فوراً قانونی مراحل سے نکال کر ایوان میں لایا جائے اور طے پایا کہ قومی اسمبلی میں بھی شریعت بل محاذ میں شامل تمام افراد کی جانب سے متفقہ طور سے پیش کیا جائے، قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں ہم تمام مکاتب فکر مکمل طور پر متفق ہیں اور کوئی بھی لادینی نظام یا غیر شرعی بات جب اسمبلی میں آئے گی تو ہم

سب کے لئے ناقابل برداشت ہوگی اور ہم پوری قوت سے اس کا متفقہ مقابلہ کریں گے' اجلاس میں طے پایا کہ نفاذ شریعت کے لئے پارلیمنٹ سے باہر بھی متفقہ کوششیں کرنی چاہئیں،اسی طرح شریعت محاذ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں مشترکہ طور پر کام کرے گی، اس امر پر تشویش ظاہر کی گئی کہ اردو زبان اورقومی لباس کی ترویج کا کام پیچھے ہٹتا جارہا ہے،اسی طرح قومی اسمبلی میں دوبارہ انگریزی کی حوصلہ افزائی کے آثار ظاہر ہورہے ہیں،اجلاس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے علاوہ جن ارکان نے شرکت کی ان میں سرکردہ ارکان یہ ہیں: علامہ مصطفیٰ الازہری ،مولانا معین الدین لکھنوی،مولانا وصی مظہر ندوی،مولانا قاضی عبداللطیف ،پیر محمد اشرف ،مولانا گوہررحمان، جناب حمزہ ، محمد اسلم کچیلا، شاہ بلیغ الدین ،مولانا عبدالحق بلوچ،لیاقت بلوچ،میرنواز خان مروت،مظفر ہاشمی،احقر (مولانا سمیع الحق) جناب گل شیر، خیال شاہ ادرک زئی حاجی محمد عمر،مولانا عنایت الرحمٰن، اسعد گیلانی ،صاحبزادہ فتح اللہ،عثمان رمز،فضل رازق وغیرہ اجلاس میں طے پایا کہ مولانا عبدالحق بطور کنوینز محاذ کو چلاتے رہیں،اورمحاذ کا آئندہ اجلاس ۹ رستمبر کو اسمبلی کے کمیٹی روم میں طلب کریں۔

آٹھویں ترمیمی بل کے غیراسلامی شقوں کے بارے میں متحدہ شریعت محاذ کا اجلاس

۳۰ستمبر کوشریعت محاذ گروپ کا ایک ہنگامی اجلاس شام۴ بجے محاذ کے کنوینز حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم کے کمرہ نمبر۲ واقع گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ حضرت دامت برکاتہم نے صدارت کی ۔حضرت نے افتتاحی مختصر خطاب میں فرمایا۔

خطاب: نحمدهٗ و نصلی علی رسول الکریم معزز ساتھیو! آج آپ کوایک درپیش اہم مسئلہ کے بارہ میں تکلیف دی گئی ہے۔آپ سب مجھ سے زیادہ اصحاب فہم وفراست ہیں۔ اور اس مسئلہ کی خرابیوں و نقصانات سے آگاہ ہیں جیسے کہ آپ کومعلوم ہے کہ ہمارے گروپ کے تشکیل کا مقصد ہی نفاذ شریعت کی بالادستی ہے۔اس لئے ہرگروپ کے اکثر حضرات خواہ ان کے اورنظریات جیسے بھی ہوں اسلامی نظام کیلئے ہمارے ساتھ تعاون کررہے ہیں ہمیں بھی چاہیے کہ ہم نفاذ شریعت کے بارہ میں اپنی سرگرمیاں کواسمبلی کے اندراور باہر تیز کردیں ۔ہمارا مقصد صرف اورصرف اس ملک میں جس نظریے کے لئے حاصل کیا گیا تھا یعنی اسلام اس کی صحیح معنوں میں نفاذ اور بالادستی ہے۔اس سلسلہ میں نہ ہم کسی کے دباؤ میں آئیں گے اور نہ کسی لومتہ لائم کی پرواہ کریں گے۔

اس موجودہ درپیش مسئلہ میں آپ حضرات غور وفکر فرما کر تجاویز پیش فرمائیں اورکسی اتفاقی قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ اس آٹھویں بل سے ان غیراسلامی دفعات کوخارج کیا جائے۔

اس کے بعد پھر ارکان کے درمیان متذکرہ ترمیم پر بحث وتمحیص کے بعد ایک متفقہ قرارداد تیار کر کے تمام ارکان اسمبلی میں تقسیم کر دی گئی۔جس کا متن حسب ذیل ہے:

قرارداد

اسلام آباد ۳۰ستمبر پارلیمانی شریعت محاذ کا ایک ہنگامی اجلاس آج بعد دوپہر ایم این اے ہوسٹل میں رکن قومی اسمبلی اور کنوینر شریعت محاذ مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کی زیر صدارت منعقد ہوا۔جس میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کے علاوہ سینیٹر قاضی حسین احمد اور ارکان اسمبلی حاجی سیف اللہ، مولانا معین الدین لکھوی، ڈاکٹر شیر افگن خان، مولانا وصی مظہر ندوی، محمد عثمان رمز، مولانا گوہر رحمان، سید اسعد گیلانی، مولانا محمد عنایت الرحمٰن، مظفر ہاشمی، صاحبزادہ فتح اللہ، حاجی فضل رازق، اور مولانا عبدالحق بلوچ وغیرہ نے شرکت کی۔اجلاس نے ایک متفقہ قرارداد منظور کی جس کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ دستور کی دفعہ ۲۰۳ (بی) کے ذیلی سیکشن (سی) میں ترمیم کر کے وفاقی شرعی عدالت کو دستور، مسلم پرسنل لاء، قانونی طریق کار اور مالیاتی قوانین سمیت ہر قسم کے قوانین کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لینے اور ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے۔پارلیمانی شریعت محاذ نے پارلیمنٹ کے تمام ارکان سے اس سلسلہ میں تعاون کی اپیل کی ہے۔

متفقہ قرارداد کا متن

متفقہ طور پر منظور کردہ قرارداد کا متن درج ذیل ہے:

’’حکومت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی سے مارشل لاء، انتظامیہ کے تمام قوانین وضوابط، احکام وفرامین اور فیصلوں کی غیر مشروط توثیق کا بل منظور کرانا چاہتی ہے۔ظاہر ہے کہ غیر مشروط طور پر تسلیم تو صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہی کئے جا سکتے ہیں۔کسی انسان یا انسانوں کے گروہ کے بنائے ہوئے قوانین کو غیر مشروط طور پر تسلیم نہیں جا سکتا۔مارشل لاء انتظامیہ نے ۱۹۷۳ء کے دستور میں جو ترامیم کی ہیں ان میں ایک دفعہ ۲۰۳ب (ج) ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مسلم پرسنل لاء مالی قوانین، عدلیہ کا طریق کار اور دستور وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے خارج ہوں گے۔یہ دفعہ قرآن وسنت کی بالادستی اور شریعت کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہے۔قرآن کریم میں شریعت کی بالادستی کو عملاً نافذ کرنے اور زندگی کے ہر شعبے میں اس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔سورت الجاثیہ آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد خداوندی ہے۔شریعت کی پیروی کرتے رہو اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو نادان ہیں۔سورہ النساء کی آیت ۶۵ میں آیا ہے کہ’’تیرے رب کی قسم وہ لوگ مومن نہیں ہیں جو ہر معاملے کا فیصلہ شریعت کے مطابق

کرانے کے لئے آمادہ نہ ہوں۔سوہ النساء آیت ۶۰، ۶۱ میں فرمایا گیا ہے کہ منافقین دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہیں لیکن فیصلہ طاغوتی قانون پر کرانا چاہتے ہیں۔(یعنی غیرشرعی قانون پر)اور جب ان کوقرآن وسنت کے احکام کی طرف بلایا جاتا ہےتو پہلوتہی کرتے ہیں۔

دفعہ۲۰۳ بی اس قرارداد ومقاصد کی بھی صریح خلاف ورزی ہے جو نہ صرف ہمارے تمام وساتیر کی بنیاد رہی ہے بلکہ موجودہ حکومت نے اسے دستور کے متن اور قابل نفاذ حصہ میں شامل کیا ہے اس قرارداد مقاصد میں یہ بات صراحت کے ساتھ درج ہے کہ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اورعوام کے نمائندے اپنے اختیارات کواس کی مقررکردہ حدود کے اندرہی استعمال کرسکتے ہیں۔

امید ہے کہ معزز ارکان اس بل پرغور کرتے وقت مندرجہ بالاحقائق کوسامنے رکھیں گے۔

وزیراعظم سے ملاقات

حضرت مولانا عبدالحق دامت برکاتہم کنوینز قومی اسمبلی شریعت محاذ گروپ کے زیر قیادت ایک وفد نے وزیراعظم پاکستان محمد خان جونیجو سے اُن کے چیمبر میں ملاقات کی اوران سے آٹھویں ترمیمی بل کی دفعہ۲۰۳ کے غیر اسلامی شقوں کے بارہ میں گفتگو کی نیز ان سے متفقہ مطالبہ کیا کہ ترمیمی بل سے اس غیراسلامی اور غیر جمہوری دفعہ کو خارج کیا جائے۔اس دفعہ میں حضرت مدظلہ دامت برکاتہم کے علاوہ جماعت اسلامی سے متعلق تمام ارکان اسمبلی ، بریلوی مکتبہ فکر کے علامہ عبدالمصطفی الازہری،مولانا رحمت اللہ جھنگ۔محترم شاہ تراب الحق ان کے دیگر ہم خیال ساتھیوں اورحکومتی گروپ کےمحترم نثارمحمد خان مشیر وزیراعظم بیگم کلثوم سیف اللہ جناب میرنواز خان مروت اور دیگر کئی ارکان نے شرکت کی۔

شیخ الحدیث کا قومی اسمبلی میں خطاب

قیام پاکستان کی اساس اسلام سے مسلسل غداری

قومی اسمبلی میں آٹھویں ترمیمی بل پر ۹/اکتوبر ۸۵ شام ساڑھے چھ بجے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے حسب ذیل خطاب کیا جسے اسمبلی کی رپورٹنگ سے نقل کیا جارہا ہے

گزارش ہے کہ جیسے آپ کومعلوم ہے کہ میں کمزور ہوں کھڑے ہوکرنہیں بول سکتا۔

سپیکر: ہاں ٹھیک ہےآپ بیٹھ کرتقریر کریں۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم جناب سپیکر! معزز اراکین! آئین کے اندر آٹھویں ترمیم کا بل زیربحث ہے۔اس ترمیم پرمعزز اراکین نے پرمغز اورمعنی خیز تقاریر کرکے اس ترمیم کی ظاہری خوبیاں اور

برائیاں مختلف اوقات میں بیان کیں، خدا کا فضل و کرم ہے کہ جس قدر اراکین اسمبلی ان میں معزز علماء وکلا وسیاستدان ودیگر کمالات کے جامع لوگ اس ایوان میں موجود ہیں، آپ سے گزارش ہے کہ مجھے نہ محاذ آرائی کرنی ہے اور نہ مخالفت برائے مخالفت بلکہ میرا مقصد ایک اہم مسئلہ کی طرف آپ حضرات کو توجہ دلانی ہے، وہ یہ کہ ان ترامیم یا آئین میں بہت دفعات ہیں لیکن میں اس ایک دفعہ کے متعلق جس کا تعلق نفاذ شریعت سے ہے کچھ عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔

قیام پاکستان کا نعرہ قریباً ۴۰۔۵۰ سال قبل جب شروع ہوا اس وقت راہنمایان ومقتدیان قوم نے اپنے ہر اجلاس واجتماع میں تحریک پاکستان کا مقصد لا الہ الا اللہ قوم کو بتایا، عوام یہ سمجھ کر کہ ہمارے لئے ایسے ملک کا مطالبہ کیا جارہا ہے کہ جس میں اللہ کی حکومت نافذ رہے گی، خدا کے دیئے گئے اختیارات چلائے جائیں گے۔

تاریخ ہمارے سامنے ہے کہ جن لوگوں نے خدائی حکومت میں خدا کے دیئے ہوئے نظام کو جاری رکھا، ان لوگوں کے افعال واقوال وبرکات اسلامی تاریخ کا ایک سنہری باب کہلاتے ہیں۔

خدائی حکومت میں امیر المومنین کا زائد از واجبی روزینہ بیت المال سے بند کرنا

حضرت ابوبکرؓ امیر مملکت اسلامی ہیں حکومت خداوندی کے ایک بہت بڑے خطہ کے بادشاہ امیر المومنین ہیں، اس کے گھر والی نے ایک دن عرض کیا کہ دل چاہتا ہے کہ ایک دن کوئی میٹھی چیز کھانے کو ملے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ مجھے بیت المال سے جو روزینہ ملتا ہے (مثلاً اس زمانے کے آٹھ آنے) اس میں میٹھی چیز تیار نہیں ہوسکتی، چند دن بعد بیوی نے میٹھی چیز کھانے میں پیش کردی، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ یہ چیز کہاں سے ملی، بیوی نے عرض کیا کہ آپ کو جو روزینہ ملتا ہے اس سے کچھ حصہ مثلاً ایک ایک پیسہ جمع کرتی رہی جس سے یہ میٹھی چیز تیار ہوئی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود بیت المال کے خزانچی کو بلاکر حکم دیا کہ میرے روزینہ سے وہ زیادہ حصہ کاٹ دیا جائے جس سے واجبی کھانے وغیرہ کے علاوہ زیادہ چیز تیار کی گئی تھی، آپ اندازہ لگائیں کہ خدائی حکومت میں امیر المومنین کتنی احتیاط کا مظاہرہ فرماتے تھے اور یہی حالت ہمارے عوام کی بھی تھی، کہ تحریک پاکستان کے نعرہ کے وقت یہ تصور تھا ہمارے امراء و برسر اقتدار طبقہ بھی اپنے خوش لباسی وعیاشی کو چھوڑ کر اسی نقش قدم پر چلیں گے۔

خدائی حکومت میں خلیفہ وقت کی اہلیہ کا ایک بدو کی بیوی کا نرس بن کر خدمت کرنا

اسلامی حکومت کی ایک اور مثال کو حضرت عمرؓ ساری ساری رات گلیوں اور جنگلوں میں پھرا کرتے تھے کہ کہیں کسی غریب کو کوئی تکلیف نہ ہو، اسی دوران ایک رات جنگل میں ایک بدو کے خیمہ سے کراہنے کی

آواز سنی حضرت عمرؓ نے آواز دے کر بلایا، کراہنے کی وجہ پوچھی اس نے بتایا کہ بیوی وضع حمل کی تکلیف میں مبتلا تھے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کوئی نرس وغیرہ ہے، بدو نے کہا کہ ہم غریبوں کے پاس نرس کہاں سے آئے۔ حضرت عمرؓ فوراً گھر گئے، آدھی رات کا وقت ہے اپنی بیوی ام کلثومؓ کے پاس گئے جو سردار انبیا کی نواسی، حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کی بیٹی ہیں، بادشاہ وقت کی بیوی گویا ملکہ ہے کوئی ایسی ویسی عورت بھی نہیں ماجرا سنا کر اس کو اس بدو کی بیوی کی خدمت کیلئے لے جارہے ہیں۔ حضرت ام کلثومؓ خدمت کرنے لگی حضرت عمرؓ اور بدو خیمہ سے باہر بات چیت کرنے میں مصروف ہیں، اتنے میں اندر سے ام کلثومؓ نے آواز دی، امیر المومنین مبارک ہو آپ کا بھتیجا پیدا ہوگیا ہے، بدو جو کہ ابھی تک امیر المومنین کو پہچانا نہیں تھا، امیر المومنین کا لفظ سن کر کپکپانے لگا، ڈرنے لگا کہ یہ کیا ہوا امیر المومنین کو اتنی تکلیف دی امیر المومنین نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا، گھبرائیے مت یہ میرا اسلامی فریضہ تھا۔

خدائی حکومت کا اثر جانوروں تک میں ظاہر ہونا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں جو کہ انصاف و عدل کا ایک تاریخی دور تھا، ایک چرواہا جنگل میں رونے لگا لوگوں نے وجہ پوچھی کہ آخر تم کو کیا ہوا کہ رو رہے ہو اس نے کہا کہ ہمارا نوجوان امیر یعنی عمر بن عبدالعزیزؒ انتقال کر گئے، لوگوں نے کہا کہ کیا تمہارا دماغ خراب ہوا تمہیں کیسے معلوم ہوا نہ فون ہے اور نہ اور کوئی ذریعہ سے تمہیں اطلاع ملی ہے، اس نے جواب میں کہا کہ میں ایک چرواہا ہوں، جانور چرا رہا ہوں اور عمر کے دو سال کے اقتدار کے دوران جنگل میں بکریاں شیر چیتا وغیرہ ایک جگہ پھرتے رہے کسی ایک نے دوسرے کو نہ پھاڑا، نہ چھیڑا اور نہ حملہ کیا، لیکن آج ایک شیر نے میری بکری پر حملہ کرکے مار ڈالا، جس سے میں سمجھ گیا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی برکت و انصاف کا دور ختم ہوگیا، انصاف اٹھ گیا ظلم نے پھر سر اٹھایا۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خدائی حکومت کی برکات اتنی ہوتی ہیں کہ پھر خدا کی قسم نہ فوج کی ضرورت پڑتی ہے نہ پولیس کی، اور نہ کسی حفاظتی اداروں کی جب راس الحکمة مافة الله کے مطابق اللہ کا خوف دل میں آجائے سب کچھ درست ہوجاتا ہے، صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں ہم جو چیز بازار سے خریدتے تھے کبھی یہ خوف نہ ہوتا کہ دکاندار کبھی کم چیز ہمیں دے گا اور اگر کبھی ایسا ہوجائے تو یقین تھا کہ وہ کمی وہ دکاندار خود پوری کر کے گھر پہنچا دے گا۔

ہمارے عوام نے بھی لا الہ کا نعرہ سن کر جو خدائی حکومت کا نعرہ تھا اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا کر میدان میں نکلے پاکستان کے لئے قربانیاں دیں سعی شروع کی۔

سلسلہ خطبات جمعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

اعمال کا دارومدار تقویٰ پر ہے

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم!اما بعد! فاعوذ باالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ

''اور انکو سنائیں آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کی سچی خبر (یعنی ایسی خبر جو گزشتہ انبیاء کی کتابوں کی صراحت کے موافق ہے۔جب دونوں بھائیوں نے قربانی پیش کی ،پس ایک (یعنی ہابیل) کی قربانی قبول کی گئی (اور آگ نے آکر اسے کھا لیا) اور دوسرے یعنی (قابیل) کی قربانی قبول نہیں کی گئی تو اس (یعنی قابیلہ نے کہا میں تجھے ضرور قتل کر ڈالوں گا تو اس (یعنی ہابیل نے) کہا اللہ انہیں کی قربانی قبول فرماتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں''

مغز عبادات

محترم سامعین! ہم جو عبادات کرتے ہیں ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوف خداوندی ہے کہ ہماری عبادت سے اللہ تعالیٰ خوش ہو اور اسی کے ڈر سے ہم گناہوں سے بچیں اسی خوف و ڈر کا نام تقویٰ ہے گویا تمام عبادات کا مغز تقویٰ ہے۔ میں نے جو آیت مبارکہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی اس میں بھی رب کائنات کی ایک مثال ذکر فرماتے ہیں:

بہرحال ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔قرآن کریم نے اسکو سچی خبر کہا کیونکہ یہ واقعہ آپ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے یہود کے سامنے بیان فرمایا۔جس کے ہزاروں سال ہو گئے تھے۔تورات میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔لیکن قرآن کریم کوئی قصے کہانیوں کی کتاب نہیں ہے۔نہ ہی کوئی ناول ہے۔کہ جس میں صرف کسی چیز کی خیالی تصویر پیش کی گئی ہو۔ بلکہ اگر واقعہ ہی بیان کرنا ہوتا ہے تو صرف وہ حصہ بیان فرماتا ہے جس کیساتھ کسی مقصد کا تعلق ہو۔

ہابیل اور قابیل کا واقعہ

حضرت آدم علیہ السلام دنیا کے پہلے معمار ہے اور حضرت حوا علیہا السلام ان کی معاون و مددگار۔

یوں سمجھئے کہ دنیا اُس وقت ایک گھر اور آدم وحوا علیہما السلام اسکے دو رہنے بسنے والے افراد تھے۔ جب ان دونوں کے توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک بطن سے دو جڑواں بچے (لڑکا لڑکی) پیدا ہوتے تھے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل پیدا ہوا۔تو اسکے ساتھ ایک لڑکی اقلیما پیدا ہوئی اور جب اسکا دوسرا لڑکا ہابیل پیدا ہوا تو اس کے ساتھ اسکی بہن بقول مفسرین لیوذا پیدا ہوئی۔ تب حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا۔ کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی بہن سے نکاح کرے۔اس وقت چونکہ انسانیت کی ابتدا تھی لہٰذا انکی شریعت میں یہ امر جائز تھا کہ توام کے علاوہ یعنی ایک حمل کے دو بچوں کے علاوہ دوسرے حمل کی اولاد سے نکاح کریں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا۔ ہابیل فوراً مان گئے اور قابیل نے حسد کی وجہ سے انکار کر دیا اور عذر یہ پیش کی کہ میری بہن خوبصورت جبکہ ہابیل کی بہن بدصورت ہے اس لئے میں اپنے ساتھ پیدا ہونے والی بہن ہی سے نکاح کروں گا اور ہابیل کو کبھی بھی اپنی بہن کیساتھ نکاح کی اجازت نہیں دوں گا۔

ہابیل اور قابیل کی قربانی

مختصر یہ کہ آدمؑ نے دونوں بیٹوں کو قربانی پیش کرنے کا مشورہ دیا تا کہ حق اور سچ واضح ہو جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ دونوں بھائیوں نے اپنا اپنا صدقہ اور قربانی پہاڑ کے اوپر لا کر اللہ کے حضور پیش کیا۔

مفسرین نے لکھا ہے۔ کان قابیل صاحب الزرع۔ قابیل زمیندار تھا کھیتی باڑی کا کام کیا کرتا تھا۔اس نے ردی قسم کے گندم کی گٹھڑی لا کر پیش کی۔ اور ہابیل کان صاحب الضرع وہ مال مویشی والا تھا۔اس نے بھی اپنے ریوڑ میں سے نہایت عمدہ مینڈھا لا کر پیش کیا۔آسمان سے ایک سفید قسم کی آگ نمودار ہوئی اور ہابیل کی قربانی کھا کر غائب ہوئی۔قابیل کو اس بات پر بڑا غصہ آیا تو قرآن کریم فرماتا ہے: قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ "میں تو تجھے ضرور مار ڈالوں گا"۔ بھائی نے کوئی مخالفت نہ کی نہ ہی اپنا دفاع کیا۔ بلکہ یوں کہا: اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ "بے شک اللہ تعالیٰ صرف تقویٰ والوں کی قبول فرماتا ہے۔"

اس واقعہ کے بیان کرنے سے میرا وہی مطلب و مقصد ہے جو خود قرآن کریم نے اس لفظ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ بیان فرمایا ہے۔

قبولیت کا دارومدار تقویٰ پر

آیت مبارکہ میں واضح ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کی عبادات وصدقات اور خیرات قبول فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حاسد کو چاہیے کہ اپنے ناکامی کا سبب اپنی کوتاہی کو سمجھے اور جس سبب سے محسود کامیاب ہوتا ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ محسود کی نصیب کے زوال کی کوشش نہ کرے۔اس سے حاسد کا نقصان ہی ہوگا کچھ فائدہ نہ ہوگا اور طاعت اسی مومن

کی قبول کی جاتی ہے۔ جوممنوعات اور بری حرکتوں سے بچتا رہے بشرط یہ کہ اس کے نیت میں خلوص ہو۔اسی خلوص نیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی مینڈھا۔مفسرین نے لکھا ہے کہ جنت میں پہنچ کر چر رہا تھا یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے عطیہ خداوندی بن کر بدل عوض سے ذبح ہوا۔علماء کرام نے لکھا ہے کہ متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک سے بچتے ہیں۔

تقویٰ کا مقام

حضرت علیؓ سے منقول ہیں کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی تھوڑا اور چھوٹا عمل بھی قلیل نہیں ہوتا کیونکہ جوعمل قبول ہو جاتا ہے وہ کیسے تھوڑا ہوسکتا ہے۔خلیفہ خامس عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک شخص کولکھا تجھے اس تقویٰ کے اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں۔اور رحم صرف ان لوگوں پر کیا جاتا ہے جو اہل تقویٰ ہوں اور تقویٰ کے بغیر کسی عمل کا ثواب نہیں۔تقویٰ کے وعظ کہنے والے بہت ہیں مگر اس پرعمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک نماز قبول کر لی ہے۔ یہ بات میرے نزدیک دنیا اور دنیا کی ساری موجودات سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں ایک سائل نے آ کر سوال کیا۔آپ نے بیٹے کو درھم دے کر سائل کو دلوایا۔ بیٹے نے عرض کی ابا جان سائل نے درہم قبول کر لیا۔ابن عمرؓ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ایک سجدہ یا ایک درہم کا صدقہ قبول فرمایا ہے تو پھر موت سے زیادہ محبوب چیز مجھے کوئی نہیں۔تم جانتے ہو اللہ کس کا عمل قبول فرما لیتے ہیں؟ صرف تقویٰ والوں کا عمل قبول فرما لیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے اگر مجھے پتہ لگ جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ایک عمل قبول فرما لیا ہے۔تو یہ میرے لئے زمین بھر سونے چاندی سے زیادہ محبوب ہوگی۔

حضرت عامر ابن عبداللہؓ کے مرنے کا وقت قریب آ گیا تو رونے لگے کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا: میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اہل تقویٰ کے عمل کو قبول فرما لیتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں اللہ کے ہاں متقی ہوں یا نہیں۔

خود پر دوسروں کو ترجیح دینا

اس کے بعد آگے ارشاد ہے: لَئِنۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ہابیل نے جواب میں فرمایا اگر تو مجھے قتل کرنے کے واسطے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کیلئے دست درازی نہیں کروں گا۔عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم مقتول قاتل سے زیادہ طاقتور تھا لیکن تقویٰ اور خوف خدا نے اس کو دست درازی کرنے سے روکا یعنی اللہ کے ڈر سے اس نے خود سپردگی سے کام لیا۔اس وقت کی شریعت میں یہی حکم تھا کہ مقتول ہونے والا اپنا دفاع نہ کرے بلکہ صبر و تحمل

سے کام لیں۔ ہمارے شریعت میں بھی یہ امر جائز ہے کہ کوئی بندہ اپنا دفاع نہ کرے بلکہ قتل ہونے کو ترجیح دیں اگر چہ دفاع کرنے کی بھی اجازت ہے۔ حضرت عثمانؓ نے محاصرہ کے زمانہ میں اپنا دفاع نہ کیا بلکہ کتابوں میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا میں آپ کی مدد کرنے حاضر ہوا ہوں۔ آپ جس طرح حکم دیں مدد کرسکتا ہوں۔ فرمایا ابو ہریرہ! کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم سب لوگوں کو جن میں میں بھی شامل ہوں قتل کر ڈالو۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا: بس اگر ایک آدمی کو بھی قتل کرو گے سب کو قتل کر دیا۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا آگے ارشاد ہے:

اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ

''میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی طرف میرا گنا اور اپنا گناہ لے کر لوٹے۔ پھر تو دوزخیوں میں سے ہو جائے گا اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔''

بروز قیامت مظلوم کو ظالم کی نیکیاں ظلم کے عوض دے دی جائینگی اور اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہ ہوں یا ادائے حقوق کیلئے کافی نہ ہوں گی تو ظالم پر مظلوم کے گناہ ڈال دیے جائینگے اور پھر اسکو دوزخ کے اندر پھینک دیا جائیگا۔

مفلس کون؟: رسول اللہؐ نے فرمایا میری اُمت میں مفلس وہ آدمی ہوگا۔ جو نماز روزہ زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن کسی کو گالی دی ہو گی کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا لہٰذا اسکی کچھ نیکیاں ایک کو اور کچھ نیکیاں دوسرے کو دے دی جائیں گی اور حقوق کی ادائیگی پوری پھر بھی نہ ہو گی اور نیکیاں باقی نہ رہیں گی تو حقداروں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اسکو دوزخ میں پھینک دیا جائیگا۔ (مسلم)

اس کے بعد آگے چند آیاتوں میں پورا واقعہ بیان ہوا ہے جس میں ظالم کا انجام اور مظلوم کی صبر کا تذکرہ ہے۔ بہرحال ظالم قابیل نے قتل کا بیج بویا۔ روایات میں ہے کہ قیامت تک جو کوئی کسی کو ظلماً قتل کرے گا تو اس آدھا حصہ عذاب قابیل کے کھاتے میں ڈالا جائے گا اور یہ بھی کتابوں میں لکھا ہے: کہ اہل نار کی عذاب کو تقسیم کر کے تمام دوزخیوں کے عذاب کے مثل آدھا حصہ عذاب قابیل اپنے لئے اختیار کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو نصیحت کی فرمایا کن کخیرا بنی آدم آدم کے اچھے اور بہتر بیٹے کی مانند ہو یعنی اگر تجھے کوئی قتل کرنا چاہے تو افضل پر عمل کر کے تو قتل ہو جا لیکن دوسرے مسلمان بھائی کا قاتل نہ بن۔

آج کل معاملہ الٹا ہو گیا، مسلمان مسلمان کا قاتل بننا پسند کرتا ہے ہر روز مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا خون ناحق ہو رہا ہے، بوڑھوں، بچوں، عورتوں کسی کو بھی معاف نہیں کیا جاتا وجہ صرف یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے نہیں، اگر خوف خدا کا جذبہ مسلمان میں پیدا ہوجائے تو پھر یہ فساد و قتل کا بازار خود بخود ٹھنڈا ہوجائے گا، اور ساری دنیا امن و امان کا گہوارہ بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ و پرہیزگاری کی عظیم دولت سے مالا مال فرما کر حقیقی معنوں میں مسلمان بنائے۔ امین

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی *

دو وحدتیں
وحدت خداوندی اور وحدت انسانی

امت مسلمہ کو ہم سب کے پروردگار، خالق و مالک کی طرف سے امت دعوت بنایا گیا ہے (تم وہ بہتر امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم اچھی باتوں کی تلقین کرتے اور بری باتوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو) اس طرح اس امت کو پوری انسانیت کی صلاح وفلاح کا کام سپرد کیا گیا ہے، اس کو اس کے سیدنا خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ "ألا فليبلغ الشاهد الغائب، فرب مبلغ أوعى من سامع" کہ (میری یہ ہدایات جو میں دے رہا ہوں یہاں موجود لوگ ان لوگوں کو بھی پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، کیونکہ بعض وقت وہ لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے بات کو سننے والے سے زیادہ سمجھنے اور ماننے والے ہوسکتے ہیں) اور فرمایا: "بلّغوا عنّي ولو آية" کہ (میری طرف سے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی ہو) اور جبکہ امت مسلمہ کے افراد غیروں کی اکثریت والے علاقوں میں ہوں ان پر یہ ذمہ داری زیادہ عائد ہوتی ہے۔

اسلام اللہ رب العالمین کا عطاء کردہ مذہب ہے اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی بنیاد توحید کے نظریہ پر ہے، توحید یعنی آپس کی وحدت، اور یہ وحدت دو طرح کی ہے، یہ نسلی بنیاد پر بھی ہے اور خدا کی تابعداری اور اطاعت کے لحاظ سے بھی ہے، نسلی لحاظ سے یہ وحدت اس طرح ہے کہ سب انسان ایک ماں باپ یعنی حضرت آدم اور حضرت حواء کی اولاد ہیں جن سے نسل انسانی کا آغاز ہوا، اور سب اسی ایک بڑے اور عالمی خاندان کے فرد ہوئے، اور اس طرح سب آپس میں بھائی بھائی ہوئے، اور اس طرح سب آپس میں برابر ہیں، کوئی بڑا یا چھوٹا نہیں، ہمارا بڑا یا چھوٹا ہونا ہمارے عمل

---

* ناظم ندوۃ العلماء لکھنو

کے اچھے یا برے ہونے کے لحاظ سے ہے رنگ اورنسل کے اعتبار سے نہیں ہے، اور اسی طرح ہم سب ایک خدا کے بندے ہیں، ہمارا پیدا کرنے والا اور ہمارا خدا یعنی اللہ رب العزت ایک ہے، ہم سب کو اور پوری کائنات کو اسی نے بنایا اور ہمارے اچھے اور برے کو وہی سب سے زیادہ جانتا ہے، لہٰذا بندوں کے اچھے اور برے عمل کا تعین اسی کے دیئے ہوئے قانون کے تحت ہوگا، اور ہمارے لیے وہی کرنا مناسب ہے جو اسی خدائے واحد کے فرمان کے مطابق ہو، انسانوں کی یہ دو وحدتیں ہی انسانوں کو ادھر ادھر بھٹکنے سے بچا سکتی ہیں، ہم سب انسان ایک باپ کی اولاد ہیں، لہٰذا ہماری ان سب نسلوں کی اصل و بنیاد ایک ہے اور ہم ایک خدا کے بنائے ہوئے اور پیدا کئے ہوئے ہیں، لہٰذا ہم سب اسی ایک خدا کے ماتحت ہیں اور وہی ہمارے اچھے برے کو سب سے زیادہ جانتا ہے، اسی کے بتائے ہوئے طریقوں میں ہماری خیر اور کامیابی ہے۔

یہ وہ دو وحدتیں ہیں جن کی بنا پر انسان کی زندگی میں یکجہتی پیدا ہوسکتی ہے اور ان دونوں وحدتوں کی بنیاد پر انسان ادھر ادھر بھٹکنے سے بچ سکتا ہے، اور آپس میں اونچ نیچ اور ٹکراؤ سے محفوظ ہوسکتا ہے، لہٰذا زندگی کے معاملات میں اچھے اور برے طور طریقوں کو ماننے کے لیے اپنے اسی ایک خالق و مالک ہی کے فرمان کو اختیار کرنا ہوگا۔

اسلام میں اس وحدت انسانی اور وحدت خداوندی کے تحت ہم کو جو دستور حیات دیا گیا ہے اس کی دو اہم خصوصیات ایسی ہیں کہ کم از کم ہمارے علم و واقفیت میں وہ دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی ہیں، ایک تو یہ کہ اسلام کا یہ دستور حیات اس کے عطاء کرنے والے کے ہی الفاظ میں اور اپنی اصل شکل میں بلا تغیر و تبدل باقی اور جاری ہے، یہ دستور حیات خدائے واحد کے الفاظ میں بھی ہے اور اس کی تفصیل و وضاحت اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی حالات اور زبانی وضاحتوں کی شکل میں بھی ہے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والوں نے ان کو بالکل ان ہی کی شکل میں باقی رکھا اور اپنی طرف سے نہ کچھ بڑھایا اور نہ گھٹایا، بلکہ اس کو بعینہٖ اسی طرح بیان کیا اور صرف اس کی حفاظت و وضاحت پر اکتفاء کی، اور اس کی حفاظت میں صحت وامانت داری اور احتیاط اور اس کے بیان کرنے کے سلسلہ میں پوری تحقیق سے بھی کام لیا، اورانھوں نے یہ کام بڑی محنت سے کیا، کہیں پر اگر سمجھنے یا سمجھانے کے لحاظ سے فرق محسوس ہوا تو اس فرق کو بھی واضح کردیا تاکہ شک شبہ کی گنجائش نہ رہ جائے، اس طرح اسلام کی تعلیمات اپنے اولین سرمایہ کے مطابق بے کم وکاست صحیح صحیح پوری طرح محفوظ رہیں اور برابر محفوظ ہیں۔

اسلام کی اس مذکورہ خصوصیت کے ساتھ دوسری بڑی اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تعلیمات انسانی زندگی کے صرف عقیدہ وعبادت تک ہی محدود نہیں رکھی گئیں جیسا کہ عام طور پر دوسرے مذاہب میں ہے، بلکہ عقیدہ وعبادت کے ساتھ سماجی اور مالی معاملات اور تمدنی ضروریات تک وسیع رکھی گئی ہیں، اس طرح انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں ہم کو اسلام کی طرف سے صحیح اور مفید ہدایات نہ دی گئی ہوں، گھر کے اندر شوہر بیوی اور ان کی اولاد کے معاملات ہوں یا بازار میں خرید و فروخت اور مالی لین دین کے ہوں یا غیروں کے آپسی معاملات ہوں ، ہم وطن ہم مذہب ہوں یا دوسرے مذہب کے ہوں، سیاست ہو،حکمرانی کے سلسلہ کے معاملات ہوں،حکومت اپنی ہو یا غیروں کی ہو، ان سب میں اسلامی تعلیمات اور ان کے احکام ایسے معتدل اور متوازن انداز کی رہنمائی کرتے ہیں کہ ان سے آپس میں ہمدردی، تعاون اور خیرخواہی اور انسانیت نوازی پوری جھلکتی ہے، اس طرح اسلام انسانیت کے اعلیٰ معیار کا طریقہ کار بن جاتا ہے، اور انسانیت جب حالات کی خرابی کے اثر سے اپنی باعزت سطح سے گر جائے تو اس کو اس سطح سے اٹھا کر اس کی اعلیٰ سطح تک پہنچانے کے لیے سیڑھی کا کام انجام دے سکتا ہے۔

مگر افسوس یہ ہے کہ اسلام کی ان اعلیٰ اور انسانیت نواز صفات وتعلیمات کا عام طور پر مطالعہ نہیں کیا گیا، صرف اپنے پاس پڑوس کے ان مسلمانوں کو دیکھ کر جو خود اسلامی تعلیمات سے واقفیت حاصل نہ کر سکنے کی بنا پر اپنے پڑوسیوں کو دیکھ کر اپنی زندگی کو ان ہی جیسی زندگی کی طرح گذارنے لگے، رائے قائم کی جارہی ہے، ضرورت ہے کہ اسلام کی ان خوبیوں کو جو انسانیت کے لیے ذریعہ راحت و سہولت اور ذریعہ عزت اور اعلیٰ اخلاق کی حامل ہیں ، اور وہ سب قرآن وحدیث سے جو کہ محفوظ ومعتمد سرمایہ ہیں، ماخوذ ہیں لوگوں تک پہنچایا جائے اور ان غلط فہمیوں کو دور کیا جائے جو اسلام کے متبعین یا واقف لوگوں میں نہیں ہوسکتی ہیں۔ اس کے لیے خود اپنوں کو اور غیروں کو ان تعلیمات سے واقف کرانے کے لیے جلسے اور کانفرنسیں اور میڈیا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوسکتے ہیں، ان میں جدید تعلیم یافتہ دانشوروں کو اور اسلامی تعلیمات کی بنیادی سطح سے مہارت کی سطح تک واقفیت پیدا کرنے والے حضرات ، جو معتمد درجہ کے علماء دین میں ہیں، کو بھی مدعو کیا جاتا ہے، ان دونوں طبقوں کے یکجا ہو کر اسلام کی انسانیت نوازی اور انسانی زندگی کے لیے اس کے خیر طلبی اور ہمدردی کے مختلف پہلوؤں کو پیش کرنا بہت مفید ہوسکتا ہے، اور اس طرح دونوں طبقوں کی مشترکہ کوشش سے دین وملت و دعوت کی خدمت کا کام بہت اچھے انداز سے انجام دیا جاسکتا ہے۔

محمد دین جوہر
معروف دانشور و ماہرتعلیم

علم،طبی قانون اور کارپوریٹ سرمایہ

گزشتہ دنوں میڈیکل اسٹور مالکان نے چند روزہ ہڑتال کی جس کا فوری باعث ادویات کی ترسیل وفروخت کے بارے میں بنائے گئے نئے اورسخت قانون کا اجرا تھا۔عطائیوں کو میڈیکل پریکٹس سے ممانعت کا سختی سے نفاذ بھی اس ہڑتال کی ایک اہم وجہ بنی۔ دوائیوں کو ذخیرہ کرنے اور ترسیل کا نیا قانون یوٹوپیائی شرائط کا حامل ہے۔ یہ امر بحث طلب نہیں کہ جدید ریاست مختارِمطلق (sovereign)اور قادر (omnipotent) ہونے کی وجہ سے ہرنوعیت کی قانون سازی کرسکتی ہے، بھلے وہ قانون یوٹوپیائی اور افسانوی ہی کیوں نہ ہو۔لیکن ہرقانون کی طرح، مذکورہ قانون سازی میں یہ بنیادی مفروضہ بھی کارفرما ہے کہ جدیدریاست عالمِ کل (omniscient) بھی ہے۔

قانون سازی میں ہرجدید ریاست کے تین پہلو یعنی اس کا sovereign، omnipotentاور omniscientہونا بنیادی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔اسی باعث جدید قانون سازی میں معاشرے کی انسانی اور تاریخی صورت حال اورضروریات غیراہم جبکہ عالمگیر سیاسی اور معاشی نظام کا دباؤ اور ریاست کی اپنی ترجیحات بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔قانون جتنا افسانوی اور معاشرے کےمعروضی حالات سے غیرمتعلق ہوگا،اتنا ہی سیاسی طاقت کی شدتِ موجودگی میں اضافے اور معاشرے میں distortion کا باعث ہوگا۔ سیاسی طاقت کی شدتِ موجودگی کے بغیر کارپوریٹ سرمائے کے مقاصد کامکمل حصول ممکن نہیں ہوتا۔

مذکورہ قانون میں مفروضہ یہ ہے کہ کمپاؤنڈر اس قدر سائنسی علم اور اطلاقی وسائل نہیں رکھتے جو درست تشخیص پر دوا تجویز کرنے کے لیے لازمی ہے۔لہٰذا ممانعتی قانون سازی اوراس کا نفاذ ضروری ہے تاکہ مریض کی صحت اور زندگی کا تحفظ عمل میں لایا جاسکے۔ڈاکٹر اور کمپاؤنڈر میں سائنسی علم کی حد فاصل اس ڈگری سے پیدا ہوتی ہے جو ذہانت اور سرمائے کے توام سے ممکن ہوئی ہے اور ریاست سے استناد یافتہ ہے۔ قانون سازی کا جواز سائنسی علم کی حتمیت اور ریاستی ذمہ داری کا موہوم سیاسی تصور ہے، لیکن اس قانون کے نفاذ کا واحد مقصد کارپوریٹ سرمائے کی توسیع ہے۔ انسانی صحت کی نگہداشت یا عدل کے

تقاضوں کا اس قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

پاکستان جیسے استعماری جدیدیت سے متوارث معاشروں میں ریاست اور معاشرے کا باہمی تعلق دیگریت پر قائم ہے، جہاں معاشرہ، ریاست کی شکار گاہ ہے۔ایسے معاشروں میں ریاستی قانون سازی ترقی پسند سرمائے کی بجائے استحصالی سرمائے کے فروغ کے لیے عمل میں لائی جاتی ہے۔نیم ترقی یافتہ معاشروں کا ایک اہم ترین پہلو کارپوریٹ سرمائے کی ادھوری فتح ہے کیونکہ پورے معاشرے پر سیاسی طاقت کی حاکمیت آئینی طور پر تو قائم ہوتی ہے، لیکن قانون بن کر اور نافذ ہو کر مکمل نہیں ہوئی ہوتی۔ایسے معاشروں میں کئی وسیع حصے یا ایسی بہت ساری spaces باقی ہوتی ہیں جہاں قانون اپنی پورائی میں نافذ نہیں ہوا ہوتا اور یہ امر استحصالی اور کارپوریٹ سرمائے کی پیشرفت میں بڑی رکاوٹ ہے۔

کمپاوَنڈر اسی space میں کام کرتے ہیں، جو ریاستی قانون کی نیم یا عدم نفاذی کی وجہ سے کارپوریٹ سرمائے کی گرفت سے باہر رہ جاتے ہیں۔اگر ریاستی قانون سے غیر کارپوریٹ کام اور افعال کو غیر قانونی قرار دے کر ختم کر دیا جائے، تو معاشرے کے مزید حصوں کو کارپوریٹ سرمائے کی گرفت میں لانا ممکن ہو جاتا ہے۔کمپاؤنڈروں کی موجودگی سے عام مریض جدید طب کی سائنسی رسومیات کا لحاظ کیے بغیر، اور اس کی پوری قیمت دیے بغیر کارپوریٹ فارماسوٹیکل صنعت سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور یہ امر جدید ریاست اور کارپوریٹ سرمائے کے لیے ناقابل قبول ہے۔ کارپوریٹ سرمائے کی پیش رفت کے لیے معاشرے کو مکمل طور پر قانونی نیٹ میں لانا ضروری ہوتا ہے۔

فزکس سائنس ہے کیونکہ وہ مادے کی فنا و تخلیق اور اس کی میکانیات پر قادر ہے۔لیکن حیاتیات اور طب ابھی نیم سائنس ہے کیونکہ وہ حیات کی فنا تک اس کی غیر معمولی اور کرشماتی manipulation پر قادر ہے۔ چابی گھمانے سے اصولِ طبیعیات پر بنی ہوئی گاڑی چل پڑتی ہے، لیکن دوا دینے سے اکثر اوقات مرض مر جاتا ہے اور بعض اوقات مریض۔ بائیو انجنئرنگ، کیمیکل لیبارٹری اور تحقیقی منہج کی حد تک جدید طب یقیناً سائنس ہے، لیکن یہ سائنسی ہونا علم کی حد تک ہے، اور انسانی صحت سے غیر متعلق ہے۔

مزید یہ کہ سرجری بنیادی طور پر انجینئرنگ اور repair work ہے جس کا صحت سے تعلق سلبی، بالواسطہ اور فرضی ہے، ایجابی نہیں۔اس کا واحد مقصد جراثیم کی طرح سائنسی ادراک میں آئے ہوئے حیات کے لیے ممکنہ ساختیاتی خطرے کو ختم کرنا ہے۔ جدید طب کے انسانی صحت کے ساتھ تلازمات قطعی غیر سائنسی ہیں کیونکہ یہ سرے سے اس کا موضوع اور سروکار نہیں ہے۔ جدید طب کا موضوع اور ہدف بیماری ہے۔ جدید طب کے سائنسی ادراک میں معلومیت (knowability) صرف بیماری کو حاصل ہے اور وہی اس

کا ہدف ہے۔ جدید طب میں بیماری حیاتیاتی افعال اور ساختوں میں سائنسی abnormality کا نام ہے جبکہ normality قطعی فرضی ہے۔

جدید طبی ادراک اور عمل میں انسانی صحت ایک نامعلوم ہے۔ جدید طب بیماری کا سائنسی علم رکھتی ہے، لیکن مریض صحت کا تجربی اقتضا رکھتا ہے۔ جدید طب کے لیبارٹری تجربے اور مریض کے نفسی تجربے میں کوئی پل نہیں ہے۔ جدید طب کا براہ راست تعلق حیاتیاتی علم اور سرمائے سے ہے، صحت سے نہیں ہے۔ مریض کا اقتضائے صحت اور تصورِ صحت طبی سائنس کے لیے محض توہم پرستی ہے۔ گزشتہ کچھ عرصے میں مریض کے جو حقوق فرض کیے گئے ہیں، وہ جدید طب کی انہی مشکلات کا نتیجہ ہیں۔

برصغیر اور مسلم دنیا میں طب سے متعلق قوانین استعماری دور سے یادگار ہیں جن کا مقصد قانون سازی کے ذریعے مقامی علوم اور ثقافتی تجربے کو ختم کرنا تھا۔ جدید ریاست کو اس میں مکمل کامیابی حاصل ہوئی ہے کیونکہ درآمد شدہ یا خانہ زاد سائنسی علوم کی سب سے بڑی خالق، تاجر اور گاہک خود جدید ریاست ہی ہے۔ آج کی دنیا میں علم کیا ہے؟ کی تعریف میں ریاست حتمی طور پر دخیل ہے اور قانون سازی کا بنیادی ترین مقصد ہر ایسے علم اور عمل کا خاتمہ ہے جو طاقت کا معاون نہ ہو اور سرمائے میں اضافے کا ذریعہ نہ بن سکے۔ جدید ریاست کے تعریف کردہ علم سے مراد صرف سائنسی علم ہے، اور جدید ریاست کی ذمہ داری سائنسی علم کے لیے ذہانت، انتظامی وسائل اور سرمایہ فراہم کرنا اور پھر اس علم کو طاقت اور سرمائے کی پیداوار میں استعمال کرنا ہے۔

مذکورہ قانون کا مقصد بھی استحصالی سرمائے کو تقویت دینا، عوام الناس کی صحت کی آڑ میں سیاسی طاقت کی شدتِ موجودگی کو دوچند کرنا اور غریب آدمی تک کم قیمت میں ادویات کی ترسیل کو روکنا ہے۔ خود ریاست کے بنا کردہ نظامِ صحت پر اس کے اپنے بنائے ہوئے کسی قانون کا نفاذ بھی ناقابل تصور ہے۔ موجودہ سنگین صورت حال میں میڈیکل سٹور مالکان کی ہڑتال ایک نہایت ہی مستحسن قدم ہے۔ اگرچہ اس سے مریضوں کے لیے وقتی طور پر سخت مشکلات پیدا ہوئی ہیں، لیکن اس ہڑتال سے آخرکار فائدہ عوام ہی کو پہنچے گا۔

مولانا مفتی منیب الرحمٰن *

اہلِ دین کی آفات

ہم اخلاق اوراقدار و روایات کے عہدِ تنزل میں جی رہے ہیں، جدید الیکٹرانک وسوشل میڈیا نے اخلاقی زوال کے سفر کو تیز تر کردیا ہے، یہ اخلاقی اور نفسیاتی بیماری معاشرے کے تمام طبقات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، سوائے ان خوش نصیب افراد کے جنہیں اللہ تعالی کے فضل وکرم اور دینی تربیت نے ان آفات سے بچا رکھا ہے۔ ہمارے معاشرے میں لوگ علماء سے معاشرے کے اوسط معیارِ اخلاق سے بہتر کی توقع رکھتے ہیں اور یہ بجا ہے،لیکن اب یہ بھی تیزی سے زوال پذیر ہے۔

انسانی خوبیوں میں اس کے خاندانی پسِ منظر، ماحول، ذاتی محاسن کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے، حدیثِ پاک میں ہے: لوگوں کی مثال کانوں کی سی ہے، جیسے سونے اور چاندی کی کانیں، ان میں سے جو زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے، وہ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد بھی دین کی سمجھ حاصل کر کے بہتر ثابت ہوئے، (صحیح مسلم: 2638) اس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ ماحول، پس منظر، نسبی اور شخصی فضیلت انسان کے جوہرِ قابل کو مزید نکھارتی ہے، صحابہ کرام اس کی روشن مثال ہیں۔

اس کی مثال میں تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنی ذات سے دیتا ہوں، میرے والد صاحب کے چار بھائی تھے، گاں سے ہٹ کر اپنی آبائی زمین میں سب بھائی طویل عرصے تک مشترکہ خاندان کے طور پر رہتے رہے، پھر جب اولاد بڑی ہوگئی، سب تعلیم وروزگار کے سلسلے میں منتشر ہوگئے، تو سب بھائی الگ ہوگئے۔ ہم سب آپس میں چچا زاد اور بعض خالہ زاد بھی تھے، دوسری چچیاں بھی کسی نہ کسی خاندانی رشتے سے جڑی ہوئی تھیں۔ ہم بچپن اور لڑکپن میں آپس میں کھیلتے بھی رہے، اسکول میں بھی ایک ساتھ تعلیم پائی، لیکن گالی کا کوئی تصور ہمارے خاندان میں نہیں تھا، کیونکہ ہر گالی یا تہذیب سے گرے ہوئے لفظ کا نشانہ دوسرے سے پہلے خود بنتے۔ بعد میں مدرسے میں بطورِ استاذ یا کالج یونیورسٹی میں بحیثیتِ

---

* چیئرمین مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی

پروفیسر پڑھاتے ہوئے غصے میں زیادہ سے زیادہ زبان پر الو یا گدھے کا لفظ آتا تھا اور وہ بھی بہت نادر، نالائق یا بدتمیز کے الفاظ بھی ہمارے غصے کے اظہار کے لیے کافی تھے۔ اب حال یہ ہے کہ ہمارے سیاسی قائدین اشرافیہ کے لیے خاص ملک کے اعلی اداروں میں تعلیم پاتے ہیں، پھر ان میں سے بعض آکسفورڈ اور کیمبرج کے تعلیم یافتہ ہیں، ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ان کی زبانوں پر تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ کیسے آجاتے ہیں؟ لازماً پسِ منظر میں کہیں نہ کہیں کوئی تربیتی اور تہذیبی نقص موجود ہے، اسی کو جینیاتی ورثہ یا مینوفیکچرنگ فالٹ کہتے ہیں۔

یہ عنوان میں نے اس لیے قائم کیا کہ آج کل سوشل میڈیا پر اپنے مخالفین کی توہین، تمسخر واستہزا، طعن وتشنیع، عیب جوئی، غیبت، بدگمانی، بہتان تراشی اور کردارکشی رائج الوقت فیشن بن گیا ہے۔ اللہ تعالی کا خوف اور آخرت کی جواب دہی کا تصور لوگوں کے دلوں سے نکل گیا ہے، مخالفین کی صورتیں بھیانک حد تک بگاڑی جاتی ہیں، یہ ساری باتیں شریعت میں ممنوع ہیں۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب مذہبی تنظیموں سے وابستہ بعض جذباتی لوگ بھی یہ کام کررہے ہیں اور اپنی دانست میں وہ اسے دین کی خدمت سمجھتے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ خدمتِ دین پر انسان اللہ تعالی سے اجر کا امیدوار ہوتا ہے اور حرام پر اجر کی امید رکھنا بھی حرام ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے گناہ کے ذریعے مال کمایا اور اس سے صلہ رحمی کی یا صدقہ کیا یا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کردیا (تو اس پر ثواب کی توقع تو درکنار) اسے جہنم میں ڈالا جائے گا، (الترغیب والترہیب:2670)

علامہ شامی نے فتاوی ظہیریہ کے حوالے سے لکھا: ایک شخص نے فقیر کو حرام مال دیا اور اس پر اس نے ثواب کی امید رکھی، تو کافر ہوجائے گا اور اگر فقیر کو بھی اس کی بابت معلوم تھا (کہ یہ مالِ حرام ہے) اور اس نے اس کے لیے دعا کی اور دینے والے نے آمین کہا، تو دونوں کافر ہوجائیں گے، (ردالمحتار، ج:5،ص:529،دمشق) ہماری رائے میں یہ تربیت کے فقدان کا نتیجہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس انسانی اثاثے سے انسانی تاریخ کا فقیدالمثال انقلاب برپا کیا، اس کے لیے سب سے پہلے افراد تیار کیے، ان کے نفوس کا تزکیہ کیا، ان کے قلوب واذہان کو رذائل سے پاک کیا، ان میں جوہرِ اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا، انہیں راہِ حق میں مشکلات کو برداشت کرنا سکھایا، پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے سانچے میں ڈھل کر کندن بن گئے۔ چشمِ فلک نے آج تک اتنا پاکیزہ انسانی معاشرہ نہیں دیکھا۔ ان میں انانیت نام کو بھی نہ تھی، اس لیے اللہ تعالی

نے ان کے اخلاص، مساعی اور کارناموں میں برکتیں عطا فرمائیں اور اپنی غیبی نصرت سے نوازا۔

پرجوش نوجوان یقیناً دینی تنظیمات اور تحریکات کا سرمایہ ہوتے ہیں، مگر جوش کو ہوش پر غالب نہیں آنے دینا چاہیے، جنون کو خِرد کے تابع ہونا چاہیے اور جذبات کو شریعت کی حدود کا پابند رکھنا چاہیے۔ ایسے لوگ ہوں جن کو دیکھ کر لوگ دین کی طرف مائل ہوں، لبرل، مادر پدر آزاد، دین بیزار اور دیندار لوگوں کے رویوں میں فرق نمایاں نظر آنا چاہیے۔ ہمیں دوسروں کا نقال نہیں، بلکہ اپنے عہد اور مابعد کے ادوار کے لیے آئیڈیل اور رول ماڈل بننا چاہیے۔ اسلام کسی مجرد حقیقت یا تصوراتی ہیولے کا نام نہیں ہے، جس طرح انسان کی حقیقت حیوانِ ناطق یا حیوانِ عاقل کسی معین انسان کی صورت میں متشکل ہوکر نظر آتی ہے، اسی طرح اسلام بھی مسلمان کی شخصیت اور سیرت وکردار کے سانچے میں ڈھل کر نظر آتا ہے۔ آج کل مسئلہ یہی ہے کہ ہم قرآن وسیرت کے مثالی مسلمان کا مقابلہ اپنی معاصر دنیا کے چلتے پھرتے انسانوں سے کرکے اپنی برتری جتاتے ہیں اور دنیا پر غلبہ پانے کا خواب دیکھتے ہیں، ایسی خوبصورت خواہشات اور حسین خوابوں کی تعبیر پانا مشکل ہے، اس کے لیے ہمیں اسلامی معاشرے کو رول ماڈل بنانا ہوگا، تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بطنِ مبارک پر پتھر باندھنے یا حضرت عمر فاروق کے لباس کی بابت مسجد نبوی میں سوال اٹھائے جانے کے واقعات سنانے سے کام نہیں چلے گا، بلکہ خود معاشرے کو مثالی بنانا ہوگا، ہماری بدنصیبی ہے کہ آج ایسی مثالیں کمیاب بلکہ کافی حد تک نایاب ہیں۔

علم کے فیضان اور روحانی اثرات وبرکات کی راہ میں نفس پرستی، عجب اور انانیت حائل ہوجاتی ہے، جبکہ علم تواضع سکھاتا ہے اور تکبر عجز وتواضع کی ضد ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج کل بعض علما پر عجب کا غلبہ ہوگیا ہے اور وہ اپنی انا کے خول میں بند ہیں۔ ہم نے بچپن میں فارسی کی پہلی کتاب کریما پڑھی، اس کی ابتدا میں یہ شعر تھا:

تکبر عزازیل را خوار کرد بہ زندانِ لعنت گرفتار کرد

(تکبر نے شیطان کو خوار کردیا اور تا قیامت ملعون قرار پایا)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دین کا علم اس لیے حاصل کیا کہ علما پر فخر ومباہات کرے یا نادان جاہلوں سے (بے مقصد) بحث کرے یا لوگوں کے رخِ عقیدت کو اپنی جانب مائل کرے تو اللہ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا، (سنن ترمذی:2654)

انانیت پر مبنی مناظرہ بازی نے دین کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا، جتنا دعوت بالحکمت اور موعظہ

حسنہ کے ذریعے پہنچا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جدالِ احسن یعنی مہذب بحث وتمحیص کو بھی آخری درجے میں رکھا ہے۔قرآنِ کریم میں بعض انبیائے کرام علیہم السلام کے مناظرے مذکور ہیں،لیکن وہ تہذیب کے دائرے میں تھے اور کہیں بھی انانیت کا شائبہ نظر نہیں آتا تھا، بلکہ مقصد یہ ہوتا کہ کسی طرح سے حق کا پیغام لوگوں کے دل ودماغ میں جاگزیں ہوجائے، آج کل کے مناظرے تو فریقِ مخالف کی اہانت اور اپنی تعلّی کا مظہر ہوتے ہیں، اس لیے فیضان وتاثیر نہ ہونے کے برابر ہے۔

صحابہ کرامؓ میں بھی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان موجود تھے، وہ ہر مسئلے میں آپ سے رجوع کرتے اور آپ کا ارشاد قولِ فیصل ہوتا، اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اسی طرح ہمارے ائمہ کرام میں بھی مسائل پر بحث ہوتی تھی، بحث کی نوبت اس وقت آتی ہے جب کسی مسئلے میں ایک سے زیادہ آرا ہوں اور ہر رائے کسی دلیل پر مبنی ہو، جس کی دلیل راجح اور قوی تر ہوتی، اسے قبول کرلیتے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ کرام کی اپنے اقوال سے رجوع کی مثالیں کتبِ فقہ میں موجود ہیں، اگر طرفین کی دلیلیں مساوی درجے کی ہوتیں تو بعض صورتوں میں وہ اپنی اپنی رائے پر قائم رہتے، لیکن کوئی کسی پر کم علمی یا انحراف کا فتویٰ نہیں لگاتا تھا، باہمی احترام برقرار رہتا تھا۔ اسی طرح اہلسنت اور دیگر مکاتبِ فکر میں قیامِ تعظیمی پر اختلاف ہے، ہم اپنے راجح دلائل کی روشنی میں جواز کے قائل ہیں، دوسرے عدمِ جواز کے قائل ہیں، ہر جائز بات پر ہر صورت میں عمل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔لیکن کسی کا اپنے دل میں خواہش رکھنا کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں، قیام نہ کرنے والوں پر ناراض ہونا، ہر اجتماع میں دس بیس افراد اپنے جلو میں لے کر آنا کہ نعرے لگیں، ہلچل مچ جائے، اجتماع کی کارروائی موقوف ہوجائے، تلاوت، حمد ونعت یا خطاب رک جائے، لوگ لپک آئیں، محفل درہم برہم ہوجائے، یہ شِعار جواز کے باوجود پسندیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور اگر دل میں اس کی خواہش مچل رہی ہے، تو یہی عُجبِ نفس ہے۔

الحمدللہ! میں ہر جلسے سے اٹھنے سے پہلے تاکید کرتا ہوں کہ کوئی بندہ اپنی جگہ سے نہ ملے، محفل کی رونق برقرار رہے، میری حرمت پر پوری محفل کی حرمت مقدم ہے جو ہم سب کی شان ہے۔ ماہرینِ نفسیات کہتے ہیں: حد سے زیادہ احساسِ برتری کے پیچھے لاشعور میں کوئی احساسِ کمتری کارفرما ہوتا ہے، بعض بڑوں کو ان کے غالی عقیدت مند بھی خراب کرتے ہیں، ان کی نفسیاتی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں، حدیثِ پاک میں ہے: متکبرین قیامت کے دن (انسانی صورت میں) چیونٹیوں کی مانند اٹھائے جائیں گے، (سنن ترمذی:2492) (بشکریہ روزنامہ دنیا)

محمد حماد کریمی ندوی *

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ

مختصر سوانحی خاکہ

نام: محمد سالم والد کا نام: (حکیم الاسلام قاری) محمد طیب

جائے پیدائش: دیوبند، سہارنپور، انڈیا

تاریخ پیدائش: ۲۲/جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ مطابق ۸/جنوری ۱۹۲۶ء

ابتدائی تعلیم: مختلف اساتذہ سے انفرادی طور پر

ثانوی تعلیم: دارالعلوم دیوبند تکمیل: دارالعلوم دیوبند

وفات: ۲۷/رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء

تمہید

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی خانوادۂ قاسمی کے گلِ سرسبد اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب کے خلفِ اکبر وجانشین اور دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم اور اس کے سرپرست تھے۔ نیز حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے صحبت یافتہ اور شاگرد بھی ہیں، زمانۂ تعلیم کے ان کے رفقاء میں کئی ممتاز شخصیات میں سے ایک نام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدّ ظلّہ العالی کا بھی ہے، جو ہدایہ کے سبق میں ان کے ساتھ تھے، ان کے معاصرین اور رفقاءِ تعلیم میں حضرت مولانا اسعد مدنی ابن شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا عتیق الرحمٰن بن مولانا محمد منظور نعمانی وغیرہ شامل ہیں۔ (مولانا محمود حسن حسنی ندوی)

نام ونسب

(حضرت مولانا) محمد سالم بن (مولانا قاری) محمد طیب بن (مولانا) محمد احمد بن (حجۃ الاسلام مولانا) محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین ابوالفتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن محمد

---

* ناظم المعہد الاسلامی العربی، E-mail: hammadkarimi93@gmail.com

ہاشم بن شاہ محمد بن قاضی طٰہٰ بن مفتی امان اللہ بن قاضی جمال الدین بن قاضی میراں بن قاضی مظہر الدین، جن کا سلسلۂ نسب حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔(حیات طیب، ج:۱)

ولادت باسعادت

اس علمی خانوادہ اور بزرگ والدین کی گود میں آپ کی ولادت بروز جمعہ بتاریخ ۲۲/جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ مطابق ۸/جنوری ۱۹۲۶ء کو دیوبند میں ہوئی۔

خاندان واجداد

جیسا کہ معلوم ہوا کہ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ ثانی سیّدنا ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے، اس خانوادہ کی ہندوستان آمد کے متعلق الامام الأکبر کے مصنف ڈاکٹر محمد اویس صدیقی نانوتوی فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے اس خاندان کے جس فرد نے ہندوستان کا رُخ کیا وہ قاضی مظہر الدین ہیں، جو نویں صدی ہجری کے اواخر میں سکندر لودھی کے زمانے میں اس کی دعوت پر ہندوستان تشریف لائے، اسی زمانہ میں نانوتہ واطراف میں جاٹوں نے سر اٹھایا، جن کی سرکوبی کے لئے سکندر لودھی نے قاضی مظہر الدین کے فرزند قاضی میراں کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا، لشکر کی کامیابی پر خوش ہو کر سکندر لودھی نے یہ علاقہ اس خاندان کے نام کردیا، اس کے بعد سے اس خاندان نے نانوتہ میں بود وباش اختیار کی، پھر دار العلوم دیوبند کے قیام کے بعد مولانا قاسم نانوتوی اور ان کے اہلِ خانہ دیوبند کے ہو کے رہ گئے۔ (الإمام الاکبر ص:۷۴-۷۵)

والد ماجد

مولانا کے والد ماجد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی ذاتِ گرامی سے کون واقف نہیں ہوگا؟ آپ علم وکمال، حکمت وبصیرت، فہم وفراست، اخلاق وعمل، پاکیزگی وتقدس کی ایک خوبصورت تصویر، مسلکِ دیوبند کے ترجمان اور ملّت کے صالحین کی سیرت وکردار کے عکسِ جمیل تھے، آپ کی بھی ولادت باسعادت دیوبند ہی میں ہوئی، سات سال کی عمر میں تعلیم کی ابتداء کی، حصولِ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے دار العلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دینا شروع کیا اور مختلف علوم وفنون کی اہم کتابیں پڑھائیں، ۱۳۴۱ھ تا ۱۳۴۸ھ تک آپ دار العلوم دیوبند کے نائب مہتمم کے منصب پر فائز رہے، پھر آپ کو مہتمم منتخب کیا گیا، اس عہدے پر آپ تقریباً تاحیات فائز رہے۔(حیات طیب، ج:۱)

یوں تو حضرت قاری صاحب پر بہت کچھ لکھا گیا، اور لکھا جاتا رہے گا، جس میں حضرت قاری صاحب کی انفرادی خصوصیات، امتیازی صفات اور روشن خیالات کا اعتراف کیا گیا، جن کا احصاء مشکل

ہےاور نہ ہی یہ اس وقت کا ہمارا موضوع ہے، اس موقع پر ہم اپنے استاذِ محترم، ندوۃ العلماء کے ناظم جناب مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؔ دامت برکاتہم کی ایک تحریر کا اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

’’حکیم الاسلام کی شخصیت اپنے عہد کی بڑی مایہ ناز علمی وادبی شخصیت تھی، علم دین اور حکمت ودانش کے بلند پایہ حامل تھے، انھوں نے اپنے عظیم مورث اور علومِ دینیہ میں مقام بلند رکھنے والے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے علمی گیرائی اور وسعت کی وراثت پائی تھی، اس کو ان کی تقریروں تحریروں اور دروس میں محسوس کیا جاتا رہا ہے۔

انھوں نے اس بلند علمی مقام کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم درسگاہ کو جو اُن کے اسلاف کی کوشش کا مرکز رہی تھی، اپنے آغاز جوانی میں سنبھالا، اوراس کی خدمت میں اپنی پوری عمر لگادی، ان کی کوششوں کا مظہر صرف دار العلوم دیوبند کی ترقی اور مضبوطی ہی میں نمایاں اور محدود نہیں تھا، بلکہ اس کے نمائندۂ خاص ہونے کے تعلق سے ہندوستانی مسلمانوں کی دینی رہنمائی کا فریضہ بھی اثر پذیری کے ساتھ انجام دیا، مسلمانوں میں جو دینی انحراف یا عقائد کی خرابی پائی جاتی تھی اس کے ازالہ میں بھی خصوصی حصہ لیا۔

وہ ایک دلنواز اسلوب کے حامل خطیب تھے، ان کی شخصیت بھی دل نواز تھی، وہ اپنی باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ دل نواز طرز وانداز کے بھی مالک تھے، طبیعت میں نرم مزاجی اور خوش اخلاقی تھی، ان سے مل کر مسرّت حاصل ہوتی تھی اور طبیعت ان کی طرف مائل ہوتی تھی، گفتگو اور انداز کلام دل کو متأثر کرنے والا اور ذہنوں کو مطمئن کرنے والا تھا، اپنی بات کو علمی وتاریخی حوالوں اور مثالوں سے واضح کرتے تھے، بعض اہم ترین موقعوں پر علماء کی طرف سے ان کی نمائندگی بڑی مؤثر ثابت ہوئی، اس طریقہ سے دراصل دیوبند جو علوم دینیہ کا ایک مؤثر ترین ادارہ رہا ہے اور ہے، اس کی صحیح نمائندگی کا مولانا نے حق ادا کیا، اور اس کے مہتمم کے منصب پر فائز رہے، اور جو ذمہ داری ان پر عائد ہوتی تھی اس کو بھی ادا کیا‘‘، شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ (حیات طیب ج:۱، ص:۲۲-۲۳)

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ سہارنپور کے ایک قصبہ رامپور منیھارن کے ایک انصاری علمی خاندان کی چشم وچراغ، مولانا حافظ محمد صاحب کی دختر نیک اختر حنیفہ خاتون تھیں، ان کے متعلق خود مولانا کے والد حکیم الامت قاری محمد طیب صاحبؒ کے یہ تأثرات ہیں، فرماتے ہیں:

’’خود اپنی ذات سے صالحہ، پابندِ اوقات اور اپنے معمولات پر مستقیم تھیں، میں ان کے معمولات

غبط کی نگاہوں سے دیکھا کرتا تھا، اور بسا اوقات ذہن میں تصور بندھ جاتا ہے کہ شاید یہی خاتون میرے لئے بھی نجات کا ذریعہ بن جائے، مرحومہ کو فرائض کی ادائیگی کا حد درجہ اہتمام تھا، گھر کے کیسے ہی کام میں مصروف ہوں، اذان کی آواز سنتے ہی ہر کام سے بیگانہ وار اُٹھ کر اوّل اوقات میں نماز ادا کئے بغیر مطمئن نہ ہوتی تھیں، ایک ہزار دانے کی تسبیح ان کے سرہانے رہا کرتی تھی، نمازِ عشاء کے بعد ایک ہزار بار کلمہ طیّبہ اور ادعیہ ماثورہ پڑھنے کا معمول تھا، جو سفر وحضر میں جاری رہتا، نمازِ صبح کے بعد تلاوتِ قرآن کریم سفر وحضر میں بغیر کسی شدید اور غیر اختیاری مجبوری کے ناغہ نہیں ہوتا تھا۔" (جذبات الم ص:۶-۷)

۱۰ ارمحرم ۱۳۹۴ھ کو ان کا انتقال ہوا۔

مزید لکھتے ہیں:

"حج کا بھی ایک شوق ان کے دل میں تھا، میری معیت میں سات بار حج وزیارت روضۂ اقدس سے مشرف ہوئیں۔ حج ونماز اور اوقات کی پابندی کے ساتھ ان میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا یہ شغف تھا کہ پائی پائی کا حساب کر کے ادا کیا کرتی تھیں، شہر کے عزیزوں میں غریبوں اور بالخصوص غریب بیواؤں کی فہرست ان کے سامنے رہتی تھی، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی خصوصیات وکمالات کی حامل تھیں"۔ (حوالۂ سابق)

تعلیم وتربیت

مولانا نے اپنے والد حضرت حکیم الاسلام کی نگرانی وتربیت میں پرورش پائی، ۱۳۵۱ھ میں تعلیم کا آغاز ہوا، ناظرہ وحفظ قرآن کریم کی تکمیل جناب پیر جی شریف صاحب گنگوہی کے یہاں ہوئی۔

فارسی کا چار سالہ نصاب مکمل کیا، آپ کے فارسی کے اساتذہ میں خلیفہ عاقل صاحبؒ، مولانا ظہیر صاحبؒ، مولانا سید حسن صاحبؒ تھے۔

۱۳۶۲ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زبانِ مبارک سے میزان پڑھی، یہ عظیم سعادت اس وقت پوری دنیا میں آپ کو ہی حاصل ہے، آپ کے علاوہ حکیم الامت سے باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے والوں میں اب کوئی موجود نہیں ہے۔

علوم وفنون کی کتابوں میں کنز الدقائق حضرت مولانا سید اختر حسین میاں صاحبؒ سے، میبذی قاری اصغر صاحبؒ سے، مختصر المعانی ونظم العلوم حضرت مولانا عبد السمیع صاحبؒ سے اور ہدایہ حضرت مولانا عبد الاحد صاحبؒ سے پڑھی۔

آپ نے ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں فراغت حاصل کی، آپ کے دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، جامع المعقول

والمنقول حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ اور حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ وغیرہ ہیں۔(الشیخ محمد سالم القاسمی)

درس وتدریس

ذاتی صلاحیت، علمی پختگی اور خطابی قابلیت کا نتیجہ تھا کہ تعلیمی مراحل سے فراغت کے فوراً بعد ہی دار العلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور ابتداءً نورالایضاح اور ترجمۂ قرآن کریم کا درس آپ سے متعلق رہا، پھر بعد میں بخاری شریف، ابوداؤد شریف، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ، شرح عقائد وغیرہ کتابیں آپ سے متعلق رہیں۔

تدریسی زندگی کے متعلق ان کے ایک شاگردِ رشید جناب مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی (استاذ حدیث دارالعلوم وقف، دیوبند) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا دارالعلوم کے وہ استاذ ہیں، جو تدریس کے ساتھ وقت کے اتنے پابند کہ بلاشبہ طلبہ درسگاہ میں ان کی آمد پر اپنی گھڑیوں کے ٹائم سیٹ کرتے، طلبہ دیکھا کرتے تھے کہ وہ متعینہ درسگاہ (دار التفسیر) میں ایک قدم اندر رکھتے اسی وقت گھنٹہ بجتا تھا، وقت کے منٹوں اور سیکنڈوں کے لحاظ سے اتنے پابند دارالعلوم کے اساتذہ وکارکنان میں سے کوئی نہ تھا، یہ بھی ان کی خوبی تھی کہ تدریس کے لیے وہ اپنے گھر سے نکلتے اور براہ راست درسگاہ پہنچتے، اختتامی گھنٹہ بجتا اور وہ واپس صدر گیٹ کے راستے اپنے گھر کو، نہ کسی سے ملاقات، نہ کسی دفتر میں جانا''۔(ندائے دارالعلوم)

امتیازی کمالات

آپ جملہ علوم وفنون میں ممتاز صلاحیتوں کے مالک، بالغ نظر، بلند فکر کے حامل ہیں، علوم قاسمی کی تشریح وتفہیم میں حکیم الاسلامؒ کے بعد شاید ہی آپ کا کوئی ہم پلّہ ہو، ہمیشہ علمی کاموں کے محرک رہے، زمانۂ تدریس میں دارالعلوم دیوبند میں ایک تحقیقی شعبہ مرکز المعارف کا قیام عمل میں آیا، اور اس کے ذمہ دار بنائے گئے، ۱۹۹۶ء میں مراسلاتی طریقۂ تعلیم کی بنیاد پر اسلامی علوم ومعارف کو جدید جامعات میں مصروفِ تعلیم طلباء وطالبات کے لئے آسان وقابلِ حصول بنانے کی غرض سے جامعہ دینیات دیوبند قائم فرمایا، جو کہ اُس دور کا خوبصورت ترین طریقۂ تعلیم تھا، آپ نے قرآن کریم پر ایک خاص حیثیت سے کام کا آغاز کیا، افسوس کہ یہ عظیم فاضلانہ علمی کام شورش دارالعلوم کی نذر ہوگیا، آپ کے عالمانہ وحکیمانہ خطاب کا شہرہ عہدِ شباب ہی میں ملک کی سرحدوں کو پار کر چکا تھا، علم میں گہرائی، فکر میں گیرائی، مطالعہ میں وسعت، مزاج میں شرافت اور باقاعدگی، زبان سے نکلا ہوا ہر جملہ فکر وبصیرت سے منور، حکمت وفلسفہ کے رنگ میں کتاب

وسنت کی بے مثال تشریح وتفہیم کا ملکہ، مدلّل اسلوبِ گفتگو وصاحب الرائے، یہ وہ امتیازی کمالات ہیں جن سے آپ کی ذات مرصع ومزین ہے۔(حیات طیب، ج:۱)

قیام دارالعلوم وقف دیوبند

۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم میں پیدا ہونے والے اختلاف کے بعد آپ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے دارالعلوم وقف کے نام سے دوسرا دارالعلوم قائم کرلیا، جس کے شروع سے مہتمم اور اخیر میں سرپرست رہے، ساتھ ہی بخاری شریف کی تدریسی خدمات کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔

عہدے ومناصب

آپ اپنی حیات میں مندرجہ ذیل عہدے ومناصب کے حامل رہے، اور بحسن وخوبی اپنی ذمہ داریوں کوانجام دیتے رہے:

(۱) مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ماضی میں رکن مجلس عاملہ اوراب نائب صدر

(۲) سرپرست دارالعلوم وقف دیوبند

(۳) صدرمجلس مشاورت

(۴) رکن مجلس انتظامیہ وشوریٰ ندوۃ العلماء

(۵) رکن مجلسِ شوریٰ مظاہرالعلوم وقف

(۶) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کورٹ کے رکن

(۷) سرپرست کل ہندرابطۂ مساجد

(۸) سرپرست اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا

انعامات واعزازات

(۱) مصری حکومت کی طرف سے برصغیر کے ممتاز عالم کا نشانِ امتیاز۔

(۲) مولانا قاسم نانوتوی ایوارڈ۔ (۳) حضرت شاہ ولی اللہؒ ایوارڈ۔

اور بہت سے انعامات واعزازات سے آپ کونوزا گیا ہے

انفرادی خصوصیت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا کو گوناگوں خصوصیات اور بے شمار امتیازی صفات سے نوازا تھا، لیکن مولانا کی ایک اہم خصوصیت جس کا ہرایک کواعتراف تھا وہ امت اور ملّت کی فکر میں اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ آخری عمر میں بھی جب کہ کمزوری غالب آچکی تھی، پھر بھی ہندو بیرونِ ہند کے

اسفار کرتے رہتے ، جلسوں میں شرکت کرتے ،عوام سے مخاطب ہوتے ، اداروں اور مدارس کی سرپرستی ونگرانی فرماتے ، ہر وقت امت کی فکر میں اور اس کی خیر وصلاح کے سلسلہ میں متفکر رہتے ، اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ تمام کاموں کو بحسن وخوبی انجام دیتے۔

ایک اہم کارنامہ

یوں تو مولانا نے مختلف طریقے پر دین کی خدمت انجام دی،لیکن مولانا کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ دینیات کے نصاب کا قیام اور اس کی اشاعت وترویج ہے۔

مولانا نے جب محسوس کیا کہ بچّوں اور بچّیوں کی تعلیم کے ادارے تو بہت ہیں، اور اس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے،لیکن بڑی عمر کے لوگوں کے لئے دینی تعلیم کا کوئی نظم نہیں ہے، اس مقصد کے پیشِ نظر ۱۹۹۶ء میں مولانا نے جامعہ دینیات کے نام سے ایک دارہ قائم کیا، اور اس کے ذریعہ گھر بیٹھے دینی تعلیم حاصل کرنے کا آسان طریقہ متعارف کرایا، جو آج تک آپ کی سرپرستی میں اپنا فیض جاری رکھے ہوئے ہے۔

اولاد:

(۱) **محمد سلمان قاسمی:** شرح جامی تک دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملّیہ اسلامیہ دہلی میں تعلیم حاصل کی، ایم۔اے کرنے کے بعد ۱۹۸۰ء میں بہ غرض ملازمت جدّہ چلے گئے، چار سال وہاں قیام رہا، ۱۹۸۶ء میں پاکستان منتقل ہوگئے، اور وہیں آئی۔اے میں ملازم ہوئے۔

(۲) **(مولانا) محمد سفیان قاسمی:** حفظِ قرآن کریم کے بعد دار العلوم دیوبند میں تعلیم مکمل کی، ۱۹۷۵ء میں دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے، دورانِ تعلیم ہی پرائیوٹ طریقے پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہائی۔ اسکول سے ایم۔اے تک امتحانات دیے، ۱۹۷۶ء میں جامعۃ الازھر، قاہرہ میں کلیۃ الشریعہ سے ماجستیر (ایم۔اے) کیا، ۱۹۸۰ء میں واپسی ہوئی، ۱۹۸۳ء سے دار العلوم وقف سے وابستگی ہوئی، اور ابتدائی کتب زیرِ تدریس رہیں، تدریجاً انتظامی ذمہ داریاں بھی سپرد ہوئیں، ۲۰۰۷ء کے کلکتہ اجلاس میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رُکن منتخب کئے گئے، اسکے علاوہ آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے بھی رُکن ہیں۔

(۳) **محمد عدنان قاسمی:** جامعہ ملّیہ اسلامیہ دہلی سے ہائی اسکول کرنے کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔کام، تک تعلیم حاصل کی، تجارتی سرگرمی کے لئے ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۲ء ساؤتھ امریکہ کے ملک چلّی میں مقیم رہے، فی الحال دہلی میں مقیم ہیں اور تجارتی مصروفیات میں مشغول ہیں۔

(۴) **حافظ محمد عاصم قاسمی:** حفظِ قرآن کے بعد جامعہ ملّیہ دہلی سے ہائی اسکول پاس کیا، جیّد حافظ ہونے کے ساتھ خوش لحن انداز میں قراءت سے متاثر ہوکر بعض عرب حضرات نے بہ غرض تراویح امریکہ کی

دعوت دی، بقیہ تعلیم وہیں مکمل کی، تعلیم کے بعد تجارتی مصروفیات کے ساتھ ساتھ واشنگٹن کے اسلامک سینٹر سے بھی وابستہ رہے، اور اپنے حلقۂ اثر میں تبلیغ اسلام خاص موضوع رہا، چالیس سے زائد افراد نے دل نشیں انداز تعلیمات سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا، جنھیں قرآن کی تعلیم دی، دنیا کے مختلف ممالک میں قیام پذیر ہوئے، اور امریکی شہریت اختیار کی، اب دہلی میں مقیم ہیں۔

(۵) **اسماء اعجاز:** سید اعجاز حسنی صاحب، جو کہ چاند پور، ضلع بجنور کے ایک معروف گھرانے کے چشم و چراغ ہیں، سے منسوب ہیں، ایم اے اُردو تک تعلیم حاصل کی، اس وقت دہلی میں مقیم ہیں۔

(۶) **عظمیٰ ناھید:** مولانا حامد انصاری غازی صاحب کے صاحبزادے سلمان منصور غازی صاحب کے نکاح میں ہیں، اِقراء ایجوکیشنل فاؤنڈیشن شکاگو کی ہندوستانی شاخ کی چیرمین ہیں، اس کے علاوہ ملک و بیرون ملک اصلاحی تحریکات سے فعال وابستگی کی بنیاد پر ملک کی معتبر ترین خاتون کی حیثیت سے متعارف ہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ میں خواتین ونگ میں نہایت فعال شخصیت کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔(پس مرگ زندہ)

اخلاق وعادات

مولانا خاندانِ قاسمی کی بہت سی خوبیوں اور خصوصیات کے وارث وامین تھے، ہر جماعت اور ہر طبقے کے لئے محترم، باوجودیکہ ان کے خلاف باضابطہ مہم بھی چلائی گئی، ان کو مطعون کرنے کی کوشش کی گئی، مگر کبھی تقریر یا تحریر کے ذریعہ کسی کے خلاف بولنے کے روادار نہیں ہوئے، نہ غیبت کرنا جانتے ہیں، نہ سننا پسند کرتے ہیں، سخت ترین مخالفین کے خلاف بھی لب کشائی نہیں فرماتے، مجلس میں ہوں تو باوقار، اسٹیج پر ہوں تو نمونۂ اسلاف، سفر میں ہوں تو مرنجا مرنج وخوش مزاج، مدارس کے اجلاس میں شرکت کرتے، مگر سفر کے تعب ومشقت کا قطعی تذکرہ نہیں، ہر طرح کے سفر اور محنت ومشقت کے خوگر تھے۔

اساتذہ

مولانا نے اپنے زمانے کے ممتاز ومایہ ناز علماء ومشائخ سے استفادہ کیا، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱) مولانا اشرف علی تھانویؒ (۲) علاّمہ ابراہیم بلیاویؒ (۳) شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ

(۴) شیخ الحدیث مولانا فخر الحسن گنگوھیؒ (۵) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

(۶) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ (۷) شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ

خطابت واسفار

مولانا کا ایک اہم اور نمایاں وصف خطابت تھا، اور وہ خطیب الاسلام، خطیب العصر اور جانشین

حکیم الاسلام جیسے القاب وخطابات سے یاد کئے جاتے تھے۔

چونکہ خطابت میں روانی تھی اور حلقہ معتقدین کا، اس لئے ملک وبیرون ملک دعوتی اسفار ہوتے رہتے تھے، بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دیوبند میں قیام اور تدریس واہتمام کے ایام کے مقابلے میں اسفار اور اجلاس، کانفرنس، سیمینار وغیرہ میں شرکت کے لئے دورے زیادہ ہیں، کئی جلدوں پر مشتمل ان کے خطبات کا مجموعہ شائع ہوچکا ہے۔

ذوقِ تحقیق وتصنیف

کثرتِ اسفار اور بے پناہ مشغولیات کے باوجود مولانا مضمون نویسی اور تالیف وتصنیف کے لئے کچھ وقت نکالتے تھے، مختلف عنوانات پر بیش قیمت مقالے تحریر کئے ہیں، کتابوں کے لئے تمہیدی مقدمات اور بے شمار تقریظات لکھیں ہیں، چند کتابیں بھی طبع ہوچکی ہیں اور بہت سارا مواد منتظر طباعت ہے، مطبوعہ کتب میں مبادی التربیة الاسلامیة (عربی) ''تاجدارِ ارضِ حرم کا پیغام''، ''مردِ غازی'' اور ایک ''عظیم تاریخی خدمت''، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اس سب کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے باضابطہ طور پر اگرچہ تصنیف وتحقیق کا میدان اختیار نہ کیا، لیکن ان کے تبحر علمی سے مستفید ہوکر اربابِ علم وفضل نے مختلف موضوعات پر کئی اہم کتابیں تصنیف کی ہیں، اور حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کے خطبات، مقالات، ملفوظات اور رسائل کے مجموعے ان کی رہنمائی اور نگرانی میں شائع ہوچکے ہیں، ادھر قریبی عرصہ میں حجۃ الاسلام اکیڈمی کے ذریعہ بہت سے علمی کام انجام پائے ہیں، خصوصاً سوانحی موضوعات پر کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

تعلق بیعت وارشاد

مولانا محمد سالم صاحب نے بیعت وارادت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے قائم کیا، لیکن اصلاح وتربیت اپنے والد ماجد حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ سے لی، اور ان کے مجازِ بیعت وارشاد ہوکر ان کے متوسلین اور خلفاء کی تربیت فرمائی۔ مولانا کے سلوک وارشاد میں تربیت واجازت پانے والوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے، اجازت یافتہ حضرات کی تعداد ۱۰۰/ سے متجاوز ہے۔

عظیم قاسمی علمی میراث

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کو اللہ تعالی نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے نوازا تھا، علم وعمل کے میدان میں ایک عظیم الشان مجدد کی حیثیت سے اسلامی دنیا آپ کو ہمیشہ یاد رکھے گی، امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی کی اسلامی علمی وراثت کے محافظ ہونے کے سبب مولانا کا مقام یگانہ ہے، دارالعلوم جیسے عظیم اسلامی

ادارے اوراس کے علاوہ کئی اور دینی مدارس کے بانی ہونے کی حیثیت سے مولانا کی فوقیت مسلم ہے۔

اس کے ساتھ ہی اللہ نے مولانا کو ایک اور عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا ہے، اور وہ ہے آپ کے نہایت ہی لائق وفائق علمی وصلبی ورثاء۔ آپ کے بعد آپ کے مسندِ علم پر جلوہ افروز ہونے والے آپ کے لائق وفائق فرزند ارجمند مولانا محمد احمد صاحب نانوتویؒ نے اپنی لیاقت اور نسبت کے ذریعے دار العلوم دیوبند کو عالمی ادارہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا، اور دار العلوم دیوبند کے مسندِ اہتمام پر ۴۰ سال تک جلوہ افروز رہتے ہوئے دار العلوم دیوبند کی تمام ابتدائی عمارتوں کی تکمیل فرمائی۔

ان کے بعد ان کے فرزند حجۃ الاسلام کے پوتے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے علمی حلقوں میں عظیم الشان مقام حاصل کیا، امام نانوتویؒ کے اس عظیم اور مقرر بے مثال پوتے کو دار العلوم دیوبند کا ''معمارِ ثانی'' کہا جاتا ہے، امام نانوتوی کے علوم کے شارح ہونے کے ساتھ مسلکِ دیوبند کے سب سے عظیم ترجمان کی حیثیت سے حضرت حکیم الاسلام کا مقام مسلم ہے، علمائے دیوبند میں حکیم الاسلام کو عظیم الشان مقرر تسلیم کیا جاتا ہے، ''خطبات حکیم الاسلام'' جو کہ آپ کی تقاریر کا مجموعہ ہے، اس کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف، اسرارِ شریعت کا خزانہ ہونے کے علاوہ مسلک علمائے دیوبند کی ترجمان ہیں، حکیم الاسلام دار العلوم دیوبند کی تاریخ میں سب سے لمبی مدت یعنی ۵۳ سال تک منصب اہتمام پر فائز رہے، اور دنیا کے مختلف گوشوں میں جا کر دار العلوم دیوبند کی خدمات سے اہل علم کو متعارف کروایا۔

علاوہ ازیں امام نانوتوی کے پڑپوتوں اور حکیم الاسلام کے دو فرزندوں خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی اور آپ کے برادر محترم حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی علومِ حدیث وتفسیر میں اپنا اہم اور اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اس طرح حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی بلاشبہ مکتبۂ فکر دیوبند کو امام نانوتوی اور تمام اکابر علمائے دیوبند کی فکر وبصیرت اور علمی وراثت سے جوڑے رکھنے والی ایک اہم کڑی تھے۔

اس طرح الحمد للہ علم کا وہ بحرِ بیکراں جو امام نانوتوی کے ہاتھوں کی انگلیوں سے جاری ہوا تھا، اور وہ تحریک جس کا مقصد ہندوستان میں اسلام کی شمع کو روشن رکھنا تھا، اسے ان کے انتہائی لائق وفائق علمی و صلبی ورثاء نے جاری و روشن رکھا، اور یہی وجہ بھی بنی کہ حق سبحانہ وتعالی نے خانوادۂ علمیہ قاسمیہ کو خانوادۂ ولی اللہی کا متبادل بنا کر ہندستان کے مسلمانوں کا ناخدا بنا دیا۔ (Islamicthought.edu)

ماخوذ از: روشن چراغ، شائع کردہ مکتبہ الشباب العلمیہ، لکھنؤ

مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) روشن چراغ (۲) حیات طیب، شائع کردہ: حجۃ الاسلام اکیڈمی

(۳) پس مرگ زندہ، از: مولانا نور عالم خلیل امینی۔ (۴) خطیب الاسلام الشیخ محمد سالم القاسمی۔

(۵) ندائے دار العلوم کے مختلف شمارے۔ (۶) مولانا اسلام صاحب کا مضمون، شائع شدہ ندائے دار العلوم وقف

(۷) الامام الأکبر، از: محمد اویس صدیقی نانوتوی۔ (۸) دیوبند وعلمائے دیوبند سے متعلق ویب سائٹس

ادارہ

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کے خطوط
بنام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

مولانا محمد سالم قاسمیؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ کے فرزند اکبر اور خلف الصدق جانشین، الولد سر لابیہ کے بناء پر صورت وسیرت، علم و دانش، حکمت و بصیرت میں اپنے والد کے پرتو، بد قسمتی سے دارالعلوم کے اختلافات کے بعد دوسرے دارالعلوم وقف دیوبند کی ادارت سنبھالی۔ زیرنظر خطوط ''مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق'' سے ماخوذ ہیں جس سے دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کے خانوادہ قاسمی سے تعلق وخاطر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (مدیر)

(۱)

۱۷ مارچ ۱۹۶۶ء **(مجلس معارف القرآن اور اکابر دیوبند کے تصانیف)**

محترم ومکرم زید مجدکم السامی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوگا۔ باعث تحریر یہ ہے کہ ''دارالعلوم دیوبند'' کا مرکزی تصنیفی ادارہ ''مجلس معارف القرآن'' آں محترم کے افادات علمیہ کی اشاعت کیلئے پرشوق ہے۔ ''صدر مجلس معارف القرآن'' حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور دیگر اراکین مجلس کے ''ترجمان آرزو'' کی حیثیت سے یہ عریضہ حاضر خدمت ہو رہا ہے۔

تصنیفی راہ سے ''دینی خدمت'' کو ''جماعت دارالعلوم دیوبند'' نے اپنی تاریخ کے ہر دور میں درسی تعلیم دین کے ساتھ مستقل مقصد قرار دیکر انجام دیا ہے اور یہ ایک حقیقت واقعہ ہے کہ گزشتہ ایک صدی میں "تصانیف اکابر" نے مشرق اور مغرب میں ہزاروں میل کے فاصلے طے کر کے جہاں لاکھوں دلوں میں "نور ایمان" کی حفاظت کی ہے وہیں ہزاروں دلوں میں شمع ایمان روشن بھی کی ہے۔ ''مجلس معارف القرآن'' اکابر کے اسی متوارث طریق خدمت کی باضابطہ اداری صورت ہے اور اس ادارے نے ''دارالعلوم دیوبند'' کے اس فیضان علمی کو زیادہ سے زیادہ عام اور عالمگیر بنانے کیلئے ''بین الاقوامی زبانوں یعنی عربی'' اور ''انگریزی'' میں تراجم مصنفات کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کر کے اپنے دائرۂ کار کو وسعت دی ہے۔ چنانچہ صدر مجلس کی گرانقدر تصنیف ''دینی دعوت کے قرآنی اصول'' عنقریب اردو، عربی اور انگریزی زبان میں اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔ جو انشاء اللہ نذر خدمت سامی ہوگی۔ مادر علمی ''دارالعلوم دیوبند'' کا یہ اشاعتی

وتصنیفی ادارہ یعنی''مجلس معارف القرآن'' آں محترم کے کلمات علم وتحقیق کیلئے اپنی جانب سے "عنوان وموضوع" کے تعین کے بغیر صرف اسکا درخواست گزار ہے کہ قریب ترین فرصت میں مجلس کو اپنے رشحات علم وتحقیق کی اشاعت کا موقعہ مرحمت فرما کر ممنون کرم فرمایا جائے۔

مجلس کے پاس موضوع کی اہمیت وعمومیت کے پیش نظر اردو تصانیف کے عربی وانگریزی زبانوں میں ترجمہ کرانے کا بھی انتظام الحمدللہ فراہم ہے۔ایسے عنوان کا انتخاب بھی موزوں ہوسکتا ہے کہ جس سے اس دور کا''تمدن زدہ'' طبقات میں''اسلامی روحانیت ومعنویت'' کی اہمیت وضرورت اور اسلامی نقطۂ نظر سے''مادیت مدنیت'' کے حقیقی مؤقف کا تقابلی شعور پیدا ہوسکے۔

محترم کا علمی عطیہ مجلس کیلئے انشاء اللہ باعث اجر اور طالبانِ حق کیلئے ذریعہ ہدایت بنے گا۔ ''مجلس'' اِس نوازش علمی پر آں محترم کے صرف ہونیوالے قیمتی لمحات کے مختلف النوع حقوق کی انشاء اللہ ادائیگی کیلئے مستعد رہے گی۔اس علمی سرمایۂ گرانمایہ کیلئے اراکین مجلس اور احقر ہمہ وقت چشم براہ ہیں۔ نیز عرض ہے کہ اگر کسی افادی موضوع پر کوئی علمی تحقیق مکمل تصنیفی صورت میں موجودہ ہوتو ازراہ کرم مجلس کو اس سے مطلع فرما کر ممنون فرمایا جائے۔ والسلام: (مولانا) محمد سالم قاسمی

معتمد عمومی۔مجلس معارف القرآن دارالعلوم دیوبند

(۲)

۱۱جولائی ۱۹۶۷ء

(مجلس معارف القرآن دیوبند کے چار اہم مطبوعات)

حضرت المحترم زادکم اللہ مجداً وکرامۃً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آں محترم کی خدمت میں عریضہ ہٰذا کے ساتھ ہی رجسٹرڈ پیکٹ کے ذریعہ " مجلس معارف القرآن دارالعلوم دیوبند" کی درج ذیل چار مطبوعات مجلّہ موقرہ "الحق" میں اظہار رائے گرامی کیلئے ارسال خدمت کی جارہی ہیں۔اسماء کتب مجلس یہ ہیں:

۱۔ ''تفسیرالمعوذتین'' (عربی) حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے معوذتین کے تفسیری نکات پر مشتمل دو فارسی مکاتیب کی تعریب۔

۲۔ ''حجۃ الاسلام مکمل معہ تشریح وتسہیل'' (حضرت اقدس نانوتویؒ کی مشہور زمانہ تصنیف''حجۃ الاسلام'' کہ جو اپنے تتمہ کے بغیر اب تک طبع ہوتی رہی ہے اور تتمہ صرف ایک بار شائع ہوکر نایاب ہوگیا تھا۔الحمدللہ کہ''مجلس'' سے پہلی بار یہ موقر کتاب تتمہ سمیت مکمل ومشرح طبع ہوئی ہے۔

۳۔ ''دینی دعوت کے قرآنی اصول'' حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ کی یہ گرانقدر تالیف مکمل صورت میں پہلی بار ''مجلس'' سے شائع ہوئی ہے اور فی زمانہ اس کتاب کی اہمیت وضرورت ارباب علم وعمل پر مخفی نہیں ہے۔ آج سے کافی عرصہ قبل ہی بصورت مقالہ آج کے مقابلہ میں نامکمل شائع ہوا تھا جس پر اس وقت بعض اہل نظر نے اس رائے کا اظہار فرمایا تھا کہ یہ دور حاضر میں دعوت دین کے باب میں اہم ترین رہنمائی ہے جسے مختلف زبانوں میں شائع ہونا چاہیے۔ الحمدللہ کہ مجلس سے اس کتاب کا مکمل ترجمہ ''عربی'' اور ''انگریزی'' میں ہو چکا ہے۔ جو جلد ہی منظر عام پر انشاء اللہ آجائیگا۔

۴۔ چوتھی کتاب ''قرآن محکم'' ہے مصنّف محترم نے اس وجیز کتاب میں قرآن کریم کی کسی آیت کے منسوخ نہ ہونے کے اہم اور نازک مسئلہ پر قلم اُٹھایا ہے۔ تحریر کی گیرائی اور گہرائی کا آں محترم مطالعہ سے اندازہ فرما کر بہتر رائے قائم فرما سکیں گے۔

انہی کتب کے ہمراہ ''مراحل عمل'' کے عنوان سے ایک مطبوعہ پمفلٹ جو ''مجلس'' کے اجمالی تعارف پر مشتمل ہے ارسال خدمت ہے۔ مرسلہ مطبوعات پر مجلّہ موقرہ ''الحق'' کی قریبی اشاعت میں اظہار رائے گرامی فرما کر ممنون کرم فرمایا جائے۔ ''مجلس'' کی بعض دیگر مطبوعات بھی پریس تک پہنچ چکی ہیں جو انشاء اللہ مستقبل قریب میں بعد تکمیل ارسال خدمت سامی ہونگی۔ ''مجلس معارف القرآن دارالعلوم دیوبند'' اپنی تحریری دعوت دین اور اشاعت علوم کی عظیم خدمت میں آں محترم کے مجلّہ موقرہ ''الحق'' سے بہ تسلسل استفادہ کی آرزومند ہے۔ امید ہے کہ اعزازی اجراء سے مفتخر فرمایا جائیگا۔

امید ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے اس رفاہی اشاعتی ادارے کو بسلسلۂ تبصرہ دو دو نسخوں کی ترسیل کے ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دیکر موقعہ تشکر مرحمت فرمایا جائیگا۔ والسلام: مولانا محمد سالم قاسمی

(۳)

۲۰ اگست ۱۹۶۷ء

(مطبوعات پر الحق میں تبصرہ)

مکرمی ومحترمی زادت الطافکم

بعد تحیہ مسنونہ۔ مرسلہ کتب کی رسید اور گرامی نامہ موصول ہوا۔ مجلس کی خدمات پر ہمت افزائی اور مرسلہ کتب کے بارے میں آپ کے گراں قدر تاثرات پر بصمیم قلب شکر گزار ہوں۔ درحقیقت مجلس کی خدمات

دارالعلوم دیوبند کا فیضان علمی اور اکابر دیوبند کی پرخلوص زندگیوں کا ثمرہ ہیں۔ جن کی قدر افزائی منتمین دارالعلوم سے بجا طور پر متوقع ہے۔ حسبِ تحریر گرامی مطبوعات مجلس کے حصول کیلئے پاکستانی پتہ مع ضروری نوٹ مرسل خدمت ہے۔ تبصرہ کے ہمراہ اسکی بھی اشاعت فرما کر ممنون فرمایا جائے۔
امید ہے کہ قریبی وقت میں تبصرہ باصرہ نواز ہوگا۔ مجلس مجلّہ موقرۂ ''الحق'' کیلئے چشم براہ ہے۔

والسلام احقر
محمد سالم قاسمی

(۴)

(الحق میں تبصرہ کا ہمہ تن شوق ہمہ تن انتظار صبر آزما گھڑیاں۔ قاری طیب کے کلمات ثمینہ بھیجنے کا ذکر)

۴ ستمبر ۱۹۶۷ء
محترم ومکرم زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کرم نامہ نے مشرف فرمایا۔ مطبوعات پر "الحق" میں تبصرہ کی اطلاع بعض احباب سے چند روز قبل ملی تھی۔ لیکن رسالہ نہ آج تک پہنچا اور نہ تبصرہ نظر نواز ہوسکا۔ ہمہ تن شوق اور ہمہ تن انتظار لئے یہ گھڑیاں کتنی صبر آزما ہوسکتی ہیں۔ اس کا آپ اندازہ فرماسکتے ہیں۔ براہ کرم مجلّہ مؤقرہ جلد از جلد ارسال کر کے ممنون فرماویں۔ آئندہ اشاعت میں پاکستانی ترسیل زر کا پتہ ضرور شائع فرمادیا جائے۔ حضرت مدظلہ[1] کے کلمات ثمینہ ارسال کرنے کی کوشش کروں گا۔ حضرت الاستاذ مدظلہ[2] کی خدمت میں سلام نیاز پہونچا دیجئے۔ والسلام: احقر محمد سالم قاسمی

(۵)

(اکیڈمی قرآن عظیم کی ۲ نئی کتابیں)

۶ فروری ۱۹۶۹ء
مکرمی ومحترمی! سلام مسنون نیاز مقرون! امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ مجلس معارف القرآن (اکیڈمی قرآن عظیم) دارالعلوم دیوبند کی ۲ نئی اور مؤخر کتابیں اہم دینی اور علمی موضوعات پر ارسال خدمت گرامی ہیں۔ قبل ازیں مجلس کی مطبوعات پر جناب کے یہاں وقیع انداز میں تبصرہ آچکا ہے۔ جسکے لئے مجلس شکر گزار ہے۔ امید ہے کہ مرسلہ کتب پر قریبی اشاعت میں تبصرہ عالیہ نظر نواز ہوگا۔ ازراہ کرم جس اشاعت میں تبصرہ فرمایا جائے۔ اسکی ایک کاپی مجلس کو ضرور ارسال فرمادی جائے۔ والسلام: محمد سالم قاسمی

---

۱ حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ مراد ہیں جن کے کسی مضمون کا انتظار تھا۔
۲ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جو مکتوب نگار کے اساتذہ میں سے ہیں (مرتب)

(۶)

۱۹رد سمبر۷۴ ۱۹ء (الحق o حق بحقدار رسید o ملاقات کی ساعت سعید کی موہوم آرزو)

عید مبارک محترم و مکرم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ''الحق'' موصول ہوا۔ طویل مدت کے بعد ''حق بحقدار رسید'' کیلئے آں محترم کے حق شناسی کے اہتمام خصوصی پر اہل حق مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ حق تشکر ادا کرتے ہیں۔ اور متوقع ہیں کہ مشیت ربانی وہ ساعت سعید بھی جلد لائے کہ جس میں

عسی الدهر یدنینا ویدنی دیارکم
ویجمع مابینی و بینکم الشملا

موہوم آرزو بھی تشنہ تکمیل نہ رہے۔ متنبی کذاب[1] کے بارے میں "الحق" نے علم اجمالی کو تفصیل عطا کی۔ مجلس کی مبطوعات جلد ہی انشاء اللہ نذر الحق کی جائیگی۔

حضرت المخدوم مولانا عبدالحق صاحب دامت معالیہ کی خدمت میں قصد نیاز سلام مسنون کے بعد استدعا پیش فرمادیں۔ دیگر رفقاء کرام اور اساتذۂ عظام کی خدمت میں ہدیہ سلام عرض ہے۔

حضرت قبلہ مدظلہٗ ۱۴ دسمبر ۷۴ء کو بذریعہ ہوائی جہاز حج کیلئے تشریف لے گئے ہیں۔ وسط جنوری تک واپسی متوقع ہے۔

والسلام: احقر محمد سالم قاسمی
معتمد مجلس معارف القرآن دیوبند

(۷)

(مولانا مفتی محمد شفیع کی وفات دیوبند میں تعزیت۔ جامعہ دینیات۔ عربی مجلّہ الداعی)

۶ر اکتوبر ۱۹۷۶ء

برادر والاشان مولانا سمیع الحق صاحب زیدت مکارکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آج سہارنپور سے محترم حاجی محمود صاحب (پنڈی والے) کے مکتوب کے ساتھ نامۂ کرم موصول ہوا۔ اور اس نصف ملاقات نے کُل ملاقات کی یادوں کو زندہ کردیا۔ خدا کرے ایسے سعید لمحات پھر میسر آئیں میرے لئے آں محترم کو حسب تحریر دارالعلوم دکھانا باعث صد مسرت ہوتا۔ لیکن حاجی صاحب بعد عید

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ

آنیوالوں کے ہمراہ تشریف نہ لا سکے۔ جبکہ مختصر وقفہ کیلئے ملاقات وزیارت دارلعلوم کیلئے آنیوالے بجرأت رندانہ آ بھی گئے اور چلے بھی گئے، پھر مزید تأسف اس کا رہا کہ ۳؍شوال کو احقر حضرت والد صاحب مدظلہ کے ہمراہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور احباب سہارنپور سے ملنے کیلئے سہارنپور پہنچے۔ اور کافی دیر شیخ سے ملاقات رہی۔ اس دوران میں کافی شناسا اور ناشناسا احباب وبزرگوں سے ملنا ہوا۔ لیکن حاجی صاحب نہ معلوم کیوں اس وقت نہ مل سکے۔ بہرحال آں محترم کے حسب تحریر میں نے موصوف کو ۱۰؍اکتوبر کو سہارنپور حاضر ہوکر ملاقات کی اطلاع دی ہے۔ آپ کا مکتوب اس وقت ملا جبکہ آج صبح ریڈیو سے حضرت المخدوم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی وفات حسرت آیات کی المناک اطلاع پر دارالعلوم دیوبند میں ختم کے بعد حضرت والد صاحب مدظلہ نے حسرت واندوہ میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمانے کے بعد دعاء مغفرت کرائی۔ جسمیں تمام حضرات اساتذہ اور طلبہ شریک تھے، اور حضرت مدظلہ نے دارالعلوم میں دو یوم یعنی ۱۱؍اور۱۲؍ شوال کی تعطیلات کا اس حادثہ فاجعہ پر اعلان فرمایا۔ اور اپیل فرمائی کہ تعطیلات میں سب حضرات زیادہ سے زیادہ حضرت مفتی صاحبؒ کو ایصال ثواب فرمائیں۔ کل دارالعلوم میں جلسۂ تعزیت ہوگا اور حضرت مفتی صاحب کی نمونۂ سلف شخصیت کی علمی اور عرفانی خدمات سے نئی نسل کو واقف بنا کر دعاء مغفرت ہوگی۔ برداللہ مضجعہ۔

آپ سے سال گذشتہ ملاقات ہنگامی رہی۔ اور میں باوجود ارادے جامعہ دینیات کا آپ سے تعارف نہ کراسکا۔ جو راقم الحروف کی اس تمنا کی تکمیل ہے۔ جس کا داعیہ اور پروگرام احقر کے ذہن میں ۱۹۶۰ء سے تھا۔ لیکن احقر اس کی تاسیس ۱۹۶۶ء میں کر سکا۔ تفصیلی تعارف تو انشاء اللہ بوقت ملاقات کراسکونگا۔ البتہ اجمالی تعارف پر مشتمل ایک پمفلٹ ارسال خدمت کررہا ہوں۔

الداعی عربی رسالہ

نیز دارالعلوم سے جاری ہونیوالا عربی پندرہ روزہ اخبار ''الداعی'' بھی ارسال کررہا ہوں دفتر الداعی کو احقر نے آپ کا اور چند مرکزی مدارس کے ذمہ دار حضرات کے پتے دے دیئے ہیں۔ لیکن ڈاک سے پہنچ جانا قیامت ضرور ہے۔ لیکن قیامت کی طرح متعین نہیں ہے۔

الحق جاءالحق کی روح افزا مسرت

زھق الباطل کے مغتنم لمحات میں "جاء الحق" کی روح نواز مسرت ضرور مل جاتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ البتہ شکر وسپاس بصورت دعاء ہر ماہ ارسال خدمت ہوتا ہے۔ حضرت قبلہ محترم مدظلہ، حضرت الاستاذ المکرّم مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور آپکو اور تمام اساتذہ کرام کی خدمات میں سلام

مسنون فرماتے ہیں۔ احقر کی جانب سے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کی خدمت میں سلام نیاز مندانہ پیش فرما کر استدعا دعاء فرما کر ممنون فرمائیں جلسہ صد سالہ دارالعلوم دیوبند کے بارے میں جو پیش رفت ہورہی ہے، وہ تحریری صورت میں آجائے۔ تو انشاء اللہ ارسال خدمت گرامی ضرور ہوگی۔ پتہ دفتر میں احقر نے نوٹ کرادیا ہے۔

والسلام مستدعی دعا
احقر محمد سالم قاسمی

(۸)

(الحق کا خصوصی شمارہ۔ اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام۔ وقت کی ملت نواز اور حیات آفرین اہم ترین ضرورت کی تکمیل)

دسمبر ۱۹۹۹ء: حضرۃ المحترم المکرّم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کرم نامہ نے مشرف فرمایا دعوت مقالہ باعث عزت ہوئی۔ اور تعمیل امر گرامی موجب سعادت ہوگی۔ مجلّہ موقرہ "الحق" کا اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام کے موضوع پر خصوصی نمبر وقت کی ایک ملت نواز اور حیات آفریں، اہم ترین ضرورت کی تکمیل ہوگی۔ یہ موضوع اپنی اہمیت وعمومیت کے اعتبار سے جس قدر زباں زد ہے۔ خدا کرے کہ آپ جیسے حضرات کی مساعی جمیلہ سے اسی کے ''شایان شان'' ملت اسلامیہ میں اسکی تیاری کا احساس بیدار ہو۔ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت آں محترم کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے۔

مجھے گرامی نامہ ''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' کی ورکنگ کمیٹی اور عظیم الشان اجلاس عام ممبئی اور حیدرآباد اور دیگر مقامات کے اجتماعات میں شرکت کے بعد، دیوبند واپسی پر ۴ نومبر کو ملا جس میں اختتام نومبر تک مقالہ روانہ کرنیکی ہدایت فرمائی گئی ہے، جبکہ آج ہی طے شدہ پروگرام کے مطابق احقر رانچی (بہار) کے سفر پر روانہ ہو رہا ہے۔ اور وہاں سے واپسی کے فوراً بعد دیوبند آکے بغیر رکے دہلی سے دبئی وغیرہ کا سفر درپیش ہے۔ یعنی طے شدہ پروگراموں کے مطابق احقر کی واپسی ۲۸ نومبر کو دیوبند ہوگی۔ وقت کی اس غیر معمولی قلت ومصروفیات کے باوجود تعمیل امر گرامی کی سعی کرونگا۔

والسلام
سالم قاسمی

ڈاکٹر اسعد زمان*
ترجمہ: مفتی یاسر زیرک

انسانیت کا مدار: طبیعاتی علوم یا اسلامی علوم

ڈاکٹر اسعد زمان صاحب پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ اکنامکس اسلام آباد کے وائس چانسلر ہیں۔آپ 1978 میں سٹینفورڈ یونیورسٹی امریکہ سیا کنامکس میں پی ایچ ڈی کر چکے ہیں۔ موصوف کا شمار اس وقت پاکستان کے ممتاز ماہرین معاشیات میں سے ہوتا ہے۔ معاشیات بالخصوص اسلامی معاشیات میں آپکے کارہائے نمایاں امت مسلمہ کے لیےگراں قدر سرمایہ ہے۔ زیرنظر مضمون دراصل انگریزی زبان میں An Islamic Approach to Knowledge کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ راقم نے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا اور پھر ڈاکٹر صاحب کی مشاورت سے ،اردو قارئین کے پیش نظر اس مضمون کے اندر کچھ تبدیلیاں کی، امید ہے قارئین کے لیے مفید ہوگا۔ (مفتی یاسر احمد زیرک)

علم کی دو قسمیں ہیں: طبیعاتی علوم اور بشریاتی علوم۔ طبیعاتی علوم سے مراد ظاہری علم ہے جیسے ہمارے اردگرد کا علم ، مادے کا علم۔ بشریاتی علوم سے مراد انسانی جسم کے اندر کا علم ہے جیسے انسانی نفسیات، دل اور روح کا علم۔ طبیعاتی علوم کا انحصار ظاہری علم پر ہے جب کہ معاشرتی علوم کا انحصار انسان کی اندرونی دنیا یعنی باطن کے علم پر ہے۔ کیمسٹری، بیالوجی اور فزکس پڑھنے سے کسی کو انسانی دل کی بصیرت حاصل نہیں ہوتی۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسان کے جسم میں فہم کے اعتبار سے تین اہم مخفی اور پوشیدہ چیزیں ہیں: (۱) دل (۲) عقل (۳) اور نفس

دل، جذبات، احساسات اور مختلف احوال و کیفیات (غصہ، بہادری، محبت، نفرت، خوف، بزدلی، عاجزی، انقباض وانبساط وغیرہ) کا مرکز ہے۔ یہ احوال و کیفیات کبھی صحیح ہوتی ہیں، کبھی غلط۔ عقل بدیہی اور نظری علوم کا مرکز اور خزانہ ہے، اس میں کبھی صحیح علوم جمع ہوجاتے ہیں، کبھی غلط۔ نفس اچھی اور بری خواہشات کا مرکز ہے، کبھی جائز خواہشات کا تقاضا کرتا ہے اور کبھی بری خواہشات کا۔ (مفتی ذاکر حسن نعمانی، رہنمائے تعلیم، ص10)

* وائس چانسلر پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ڈیویلپمنٹ اکنامکس اسلام آباد

ہم طبیعاتی علوم میں چونکہ مغربی کارہائے نمایاں سے کافی متاثر ہو چکے ہیں، اس وجہ سے ہمیں یہ ادراک کرنا کافی مشکل ہے کہ معاشرتی علوم وضع کرنے میں ان سے سنگین قسم کی بنیادی غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اہل مغرب کو طبیعاتی علوم میں کمال حاصل ہے، لیکن اس کے برعکس ہمارا دعوی ہے کہ انسانی وجود اور جسم کے اندرون دنیا کے علم سے وہ جاہل ہیں، کیونکہ طبیعاتی علوم صرف مادیات کے گرد گھومتے ہیں، دل اور نفس کی دنیا کے ساتھ اس کا کوئی سروکار نہیں۔ چنانچہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے علم معاشیات کا انحصار ایک غلط نظریئے پر ہے کہ بنی نوع انسان "ہوموا کنامیکس (Homo Economicus)" کی طرح ہے۔ مغربی وقار اور رعب ودبدبہ مسلمانوں کو اس حد تک لے گیا کہ یہ انسانی طرز عمل اور فلاح و بہبود سے متعلق ان کے مضحکہ خیز نظریات بھی تسلیم کرنے لگا۔ معاشیات ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہماری زندگی کا ایک بنیادی مقصد "صرف وخرچ" ہے اور اس کی کثرت ہی کی وجہ سے ہم خوشیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ مزید براں ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ یہ بات معقول ہے کہ ہماری خوشیوں اور بہبود کا انحصار صرف اور صرف اس بات پر ہے کہ ہم کتنا صرف وخرچ کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مغرب نے بہت سارے مفروضات تخلیق کیے اور پوری دنیا میں ان کو پھیلایا اور دنیا نے ان مفروضات کو حقیقت جان کر قبولیت بخشی۔

مغرب کے سنگین قسم کے غلط مفروضات

جدید معاشرتی اور معاشی علوم کچھ غلط مفروضات پر مبنی ہیں۔ مختصراً اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) معاشرے کی فلاح و بہبود اور ترقی صرف ظاہری علوم سے ممکن ہے، باطنی علم کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کیمسٹری اور فزکس ہمیں یہ نہیں سکھاتی کہ ایک اچھا انسان کیسے بن جائیں؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت پر محنت کی، چنانچہ اس محنت کے نتیجے میں عالم عرب کے اندر ایک اچھی انقلابی تہذیب پروان چڑھی۔

(۲) معاشیات نفس پرستی کے نظریئے کو نہ صرف قبول کرتا ہے بلکہ اس کو مستحسن سمجھتا ہے، چنانچہ ہر آدمی کا منتہائے نظر خوشیوں کا بڑھانا ہے جو کہ ان کے نزدیک صرف وخرچ کی افادیت کے بل بوتے پر ممکن ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے نفس پرستی اور خودغرضی مذموم ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ خوشی دراصل سماجی تعلقات استوار کرنے سے آتی ہے۔

(۳) ہر شخص دنیوی امور میں اپنی انفرادی خوشی کے لیے جو بھی چاہے کر سکتا ہے، چنانچہ اس کے لیے

"انفرادیت " کا سہارا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔مغرب کے ہاں چونکہ انفرادی خوشیاں حاصل کرنا انسان کا مقصد حیات ہے، اس مقصد کی خاطر سب چیزیں قربان ہوسکتی ہیں، اس لیے ان پر کسی قسم کی کوئی قانونی، سماجی اور اخلاقی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ تاہم اس مقصد کے حصول کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ "سماجی تعلقات " ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سماجی تعلقات محبت، تعاون اور ہمدردی کی پیدائش کا ایک ذریعہ ہے جو کہ بحیثیت انسان ہم سب کی ضرورت ہے اور اس کو انفرادیت پر تقدم حاصل ہے۔ اگر ہر شخص اپنے انفرادی معاملات کو اجتماعی معاملات پر ترجیح دینا شروع کرے اور اپنی انفرادی خواہش اور تلذذ کی خاطر کسی بھی اقدام سے گریز نہ کرے تو معاشرتی زوال شروع ہو جائے گا اور خاندانی نظام درہم برہم ہو جائے گا جس کا مشاہدہ آج ہم مغرب کے اندر کر رہے ہیں۔

(۴) ماہرین معاشیات کے ہاں پیسہ کمانے کو اولین ترجیح حاصل ہے۔ان کے ہاں فلاح و بہبود مادی اشیا سے حاصل ہوتی ہے، جب کہ مشاہدہ ہے کہ دنیوی خوشی اور فلاح و بہبود محض "صرف وخرچ" پر منحصر نہیں ہے۔ اگر آپ خاندان، دوست، احباب اور سماجی تعلقات سے محروم ہیں تو بہتر زندگی گزارنے کے لیے مادی اشیا وسہولیات آپ کو کوئی خوشی نہیں دے سکتیں۔

(۵) اہل مغرب انسان کو پیداواری عمل کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں انسان کی قیمت اتنی ہے جتنا کہ وہ پیسہ کماتا ہے۔ اگر وہ کوئی کام کرتا ہے تو اس سے وہ جتنا کمائے گا اور جس قدر اس کام کی قدر و قیمت میں اضافے کا باعث بنے گا، اتنی ہی اس کی قیمت ہوگی، جب کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے انسان بیش قیمت ہے اور تمام مخلوقات پر اس کو فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔

(۶) اہل مغرب کے سماجی علوم میں مادی منافع کے حصول کی خاطر جنگ وجدال، خونریزی اور قتل عام کا جواز ملتا ہے۔ یہ ان کے ہاں ایک جائز کاروباری حکمت عملی ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی ایک بہت ہی قیمتی اثاثہ ہے، جس کی قیمت ساری دنیا ادا نہیں کر سکتی۔ اشرف المخلوقات ہونے کے ناتے انسان متبوع ہے اور باقی دنیا اس کی تابع ہے۔ محض کاروباری منافع کی خاطر کسی بھی انسان کو اذیت دینا قطعاً جائز نہیں ہے۔

(۷) زندگی کا مقصد پیسہ کمانا ہے، اس کے علاوہ ہر چیز اس مقصد کے ماتحت ہے، جب کہ ہم سمجھتے ہیں

کہ بنی نوع انسان کی تخلیق کچھ حیران کن اور انوکھے استعداد اور صلاحیتوں کے ساتھ ہو چکی ہے۔ ان صلاحیتوں کو اچھی طرح بروئے کار لانا زندگی کا مقصد ہے۔

(۸) معاشیات کی سائنس اور ریاضی کے اصولوں کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لیے یہ تصور دیا گیا کہ انسان روبوٹ کی طرح ہے اور اس کے طرزِ عمل کی جانچ پڑتال ریاضی کے فارمولوں کے ذریعے ممکن ہے، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انسان اپنی آزاد مرضی اور انتخاب کا مالک ہیں، تبدیلی کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ان کے طرزِ عمل اور رویوں کی پیائش ممکن نہیں۔

مغربی سماجی علوم کی ناکامی

مغرب کے سائنسی علوم کی ترقی سے دنیا مرعوب ہو چکی ہے۔ ان کے نت نئے ایجادات کی وجہ سے پوری دنیا حیرت میں مبتلا ہے۔ اس مرعوبیت کی وجہ سے ہم نے ان کے سماجی علوم کو ان کے سائنسی علوم پر قیاس کرتے ہوئے من وعن قبول کیا، کیونکہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ جس طرح ان کے سائنسی علوم سے دنیا فائدہ حاصل کر رہی ہے، اس طرح ان کے سماجی علوم بھی بہرہ ور ہوں گے، جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ جدید مغربی سماجی علوم کی ناکامی کا اندازہ دنیا میں مسلسل جنگ وجدال، عدم مساوات کے بڑھتے ہوئے رجحانات اور ماحولیاتی تباہی سے لگایا جا سکتا ہے جو کہ روئے زمین کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے۔ مادی منافع کی خاطر بچوں کے قتل عام کی اجازت کوئی بھی باضمیر انسان نہیں دے سکتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ ذہنیت کی کمپنیاں اس گھناؤنے عمل سے ہچکچاتی تک نہیں۔ مختلف کمپنیاں منافع ہی کی خاطر بچوں کے لیے دودھ کے پاؤڈر بیچتی ہیں جبکہ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ بچوں کی ایک بڑی تعداد کی موت اس کی وجہ سے واقع ہو جاتی ہے۔ امریکہ میں اسلحہ کی فروخت کو محدود کرنے کے لیے تمام کوششوں کو روک دیا گیا ہے، اگرچہ روزانہ کے اعتبار سے معصوم افراد کو مارنے کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ میڈلین البرائٹ نے ٹی وی سکرین پر بانگ دہل اعتراف کیا کہ عراق میں سیاسی مقاصد کی خاطر پانچ لاکھ بچوں کا قتل عام جائز تھا۔

آج جو معاشی نظریات پڑھائے جاتے ہیں اس کے مطابق "منافع" ہی سب سے اصل کاروبار ہے، سماجی رویوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ "پیسہ خوشیوں کی بنیاد ہے" ایک نہایت ہی سنگین قسم کا مغالطہ ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنے پرائے بھول چکے ہیں۔ اس وجہ سے لوگ پیسہ کمانے کے درپے ہیں، کامیاب پیشہ تلاش کرتے ہیں، معیار زندگی اچھا بنانے اور صرف وخرچ بڑھانے کی کوشش

کرتے ہیں، تاہم دولت میں اس اضافے کے لیے ''خاندان، دوست، احباب اور سماجی تعلقات کو نظرانداز کرنے'' کی قیمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے، یوں خاندانی نظام توڑ پھوڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک ایسا مغربی معاشرہ جہاں پچاس فی صد بچے بغیر باپ کے پلتے بڑھتے ہیں، کیسے وہ محبت، امداد باہمی اور قربانی وایثار سیکھ سکتے ہیں؟ اور کیسے یہ بچے خوشیاں حاصل کر سکتے ہیں؟

سماجی علوم میں مغربی بے راہ روی کے نتائج

(۱) روحانیت کا خاتمہ

(۲) انسانی ترقی کے علم کا فقدان

(۳) سماجی زوال

مغرب تباہی کی طرف

چونکہ مغرب بہت ساری چیزوں میں کافی ترقی کر چکا ہے، اس لیے یہ بات لوگوں کو کافی حیران کن معلوم ہوتی ہے کہ مغربی سماجی علوم کے اندر اتنی بڑی بڑی خامیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ چونکہ رائج تاریخ مغرب زدہ ہے جس میں یورپ کو مرکز کے طور پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس وجہ سے اس بات کی تفصیلی وضاحت درکار ہے۔

دراصل یورپ کا تاریک ترین دور وہ ہے جس کا خاتمہ اسلامی ملک ہسپانیہ کے فتح کرنے پر ہوا۔ پر تعیش زندگی کی طرف مسلمانوں کا بڑھتا ہوا رجحان ان کے بلند ترین تہذیب کے زوال کا باعث بنا۔ مغرب نے اندلس کے کتب خانوں تک رسائی حاصل کی اور وہاں علوم وفنون سے بھرپور لاکھوں کتابوں سے تقریباً دو صدیوں تک استفادہ کرتا رہا۔ یوں مغرب میں روشنی پھیلنی شروع ہو گئی۔ تاریخی فلسفے جو کیتھولک چرچ نے یونان اور روم سے اخذ کیے تھے، وہ نئے علم کی آمد سے مرجھا گئے، چنانچہ اس کی تعبیر ''سائنس اور مذہب کے تصادم'' سے ہونے لگی، جس کے مطابق سائنس نے یورپ میں کیتھولک مذہب کو شکست دی۔ سائنس کی اس فتح سے یورپ کے کچھ نظریات مغالطوں کے شکار ہو گئے جو کہ آج بھی ان کے سماجی علوم کی جڑوں میں رچی ہوئی ہیں۔ ان مغالطوں میں سے تین بڑے مغالطے درج ذیل ہیں:

(۱) مغرب اس نتیجے پر پہنچا کہ عیسائی مذہب توہمات ہی پر مبنی ہیں، جس کے لیے غیر مرئی چیزوں پر ایمان لانے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے لاجیکل پازیٹوزم (Logical Positivism) کا فلسفہ متعارف کیا جس کی رو سے غیر مرئی چیزوں کے علم کی تردید ہوتی ہے جب کہ صرف ظاہری طور

پر مشاہدہ میں آنے والی چیزوں کے علم کو قبول کیا جاتا ہے۔

(۲) مغرب نے انسان اور سماج کا علم حاصل کرنے کے لیے سائنسی طور طریقوں کو لاگو کرنے کا فیصلہ کیا، جو کسی بھی طرح درست نہیں۔ سائنس مادے کے تجزیئے کے لیے تو بہترین ہے لیکن انسان پر اس کے فارمولے لاگو کرنا درست نہیں ہے کیونکہ انسان کسی طبیعاتی قانون کے تحت نہیں چلتا۔

(۳) ان کے خیال میں چونکہ علم کا ایک ہی ذریعہ ہے جو کہ انسانی عقل ہے، گویا کہ انہوں نے وحی جیسے انسانیت ساز مقدس روحانی علم سے انکار کر دیا۔ اس بنیادی مغالطے کی وجہ سے انسانی فطرت اور انسانی سماج سے متعلق ان کے نظریات مکمل طور پر غلط ثابت ہو رہے ہیں۔

ان بڑی بڑی غلطیوں کی وجہ سے مغرب کبھی بھی اس قابل نہیں بنا کہ سماجی علوم کے اندر اچھے نظریات شامل کر سکے، جس کے نتیجے میں ہم معاصر معاشی نظریات کو انسان سے متعلق غلط مفروضات پر مبنی پاتے ہیں، جو کہ یکسر مسترد ہو سکتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج کا مسلمان اپنے ورثے سے متعلق اپنا اعتماد کھو چکا ہے اور مغرب کی طرف سے کوئی بھی غلط اور گمراہ کن نظریہ قبول کرنے میں معمولی تامل بھی نہیں کرتا۔

مستقبل کے لیے راہ عمل

بعض مسلمان جہل اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں، اسلام کو اپنی عقل اور ناقص علم کے مطابق سمجھنا چاہتے ہیں، جبکہ درحقیقت وہ اسلام کو سمجھتے نہیں۔ اللہ تعالی نے ہمیں وحی کی صورت میں بہت قیمتی علم عطا کیا ہے جس کی بدولت چودہ سو سال پہلے اہل عرب کی قسمت تبدیل ہوگئی اور یوں انہوں نے دنیا کا زمام اقتدار سنبھالا۔ آج بھی اس علم کے اندر وہی طاقت ہے لیکن مسلمان اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔ ایک سماجی علم کی حیثیت سے ''معاشیات'' (Economics) کی بنیادیں ٹھیک کرنے کے لیے انسانی فطرت کی گہری سمجھ کی ضرورت ہے۔ اسلام ہمیں وہ علم دیتا ہے جس کی بدولت انسان پستی سے بلندیوں کی طرف جا کر اشرف المخلوقات بن جاتا ہے۔ آج دنیا میں مغربی سماجی علوم کے بت ہمارے سامنے ہیں، ان بتوں کو یکسر توڑنے کی ضرورت ہے، اس کے اوپر محض اسلامی کشیدہ کاری کرنے سے فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔ ہمیں چاہیے کہ اسلامی علوم کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے سماجی علوم کو از سر نو وضع کریں اور اسلامی علوم کے تناظر میں دنیا کو وہ راستہ دکھائیں جس کے ذریعے تاریکی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو روشنی نصیب ہوئی۔

جناب عمار یاسر*

دارالعلوم حقانیہ
عظیم دینی درسگاہ

کچھ عرصہ قبل دارالعلوم حقانیہ خصوصی طور پر سیکولر اور لبرل حلقوں کی جانب سے اعتراضات کی سنگ باری کی زد میں رہا۔ پی پی پی کے آصف علی زرداری، بلاول زرداری، قمر زمان کائرہ اور ن لیگ کے پرویز رشید اور طلال چودھری نے دارالعلوم پر دہشت گردی کا سرپرست ہونے کا الزام لگایا۔ خیبر پختونخوا کی حکومت کی جانب سے دارالعلوم کو دی جانے والی مبینہ گرانٹ پر اے این پی کے زعماء بھی سخت سیخ پا ہوئے، جہاں تک پی پی پی کی تنقید کا تعلق ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں، آصف علی زرداری اوران کے صاحبزادے کو دینی مدارس کی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں ہے، دونوں کی بھرپور توجہ شوگر ملز پر قبضہ کرنے، بیرون ملک جائیدادیں بنانے اور اندرون ملک گمراہ کن تقاریر پر مرکوز ہے، زرداری صاحب نے اپنی عملی زندگی کا آغاز بمبینو سینما کراچی کے ٹکٹ فروخت کرنے سے کیا اور آج ملک میں ۱۳ رشوگر ملز کے مالک ہیں، فرانس ،لندن، نیویارک، دبئی اور سوئٹزرلینڈ میں ان کے اربوں کھربوں کے اثاثے ہیں، ان لوگوں نے الزام لگایا کہ کے پی کے حکومت نے دارالعلوم حقانیہ کو کروڑوں کی گرانٹ دی ہے، دارالعلوم کے ترجمان نے وضاحت کی ہے کہ حکومت نے دارالعلوم کے انفرااسٹرا کچر پر خود تقریباً ۱۰ کروڑ کی رقم خرچ کی ہے اور دارالعلوم کی انتظامیہ کے حوالے کوئی رقم نہیں کی گئی، دارالعلوم پر جو بھی رقم خرچ کی گئی ہے، اس سے قرآن و حدیث کے ہزاروں طلبا کو فائدہ ہوگا، آصف علی زرداری صاحب اوران کے فرزند کو احساس کرنا چاہیے کہ یہ دارالعلوم پاکستان کی بہت بڑی درسگاہ ہے جس پر سرمایہ خرچ کرنا ذخیرہ آخرت ہے، یہ لوگ اندازہ لگائیں کہ پی پی پی کی ہر حکومت

* معروف کالم نگار روزنامہ اسلام

نے مرحوم بھٹو کے مزار پر کروڑوں روپے خرچ کئے ہیں، دینی تعلیم کے سب سے بڑے ادارے پر تنقید کرنے والوں کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے، مقام افسوس ہے کہ زرداری صاحب اپنی اہلیہ بے نظیر بھٹو کے قتل کا الزام بھی بغیر ثبوت کے دارالعلوم حقانیہ پر لگاتے رہے اور یہ بھول گئے کہ بے نظیر زرداری کے قتل کا فائدہ کسے ہوا تھا؟ ۱۹۹۶ء میں مرتضیٰ بھٹو کے قتل کا الزام کس پر لگا تھا؟

دارالعلوم حقانیہ کے ہزاروں فارغ التحصیل علما ملک بھر میں قرآن وسنت کی تعلیم دے رہے ہیں، انتہائی شمال میں چپلو سے لے کر انتہائی جنوب میں گوادر تک علمائے حقانیہ دین کے درس وتدریس میں مشغول ہیں، پورے ملک میں علمائے حقانیہ کا نام ہے۔

۱۹۸۶ء میں پاک فضائیہ کے ہیرو ایم ایم عالم مرحوم نے احقر کو ایک ملاقات میں بتایا تھا کہ روسی جارحیت کے خلاف سب سے بڑی مزاحمت دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل علماء کر رہے ہیں، عالم صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کو جہاد کی یونیورسٹی قرار دیتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو اس وقت کا مجاہد کبیر قرار دیا تھا۔ احقر نے خود کئی مرتبہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضری دی اور حضرت کی دعائیں حاصل کیں۔ جہاد افغانستان کی سرپرستی کرنے پر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم سے آپ بہت خوش تھے۔

ایم ایم عالم صاحب کافی عرصہ جہاد افغانستان میں اِن رہے۔ ان کا بیان تھا کہ حقانی مجاہدین ۷۵ ایم ایم آر آر سے روس کے جدید ترین ہیلی کاپٹروں کو نشانہ بناتے تھے۔ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۹ء تک یہ جہاد جاری رہا اور اس کے نتیجے میں روس ایک گزری ہوئی داستان بن گیا۔ پی پی کو مجاہدین اسلام کی فتح ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ ان کی قیادت کا آغاز کار سے یہی ماٹو رہا ہے کہ ہر قیمت پر اقتدار حاصل کیا جائے خواہ اس کے لئے ''اِدھر ہم، اُدھر تم'' کے فلسفے پر ہی کیوں نہ عمل کرنا پڑے۔ جہاں تک پرویز رشید اور طلال چودھری کے بیانات کا تعلق ہے تو وہ دونوں ہذیانی کیفیت میں ہیں۔ پرویز رشید ابھی تک اپنی پہلی پارٹی پی پی پی کے نظریات پر قائم ہیں اور طلال چودھری پر اپنے سابق باس پرویز مشرف کا سایہ ہے۔ جہاد افغانستان اور اس میں دارالعلوم حقانیہ کے کردار پر سب سے زیادہ اعتراض اے این پی کو تھا اور آج بھی یہ طبقہ علماء سے حد درجہ حسد کرتا ہے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کی سہ پہر روسی فوج نے کابل پر قبضہ تو عبدالولی خان اور ان کی جماعت نے اسے ویلکم کیا۔ اس سے قبل ۱۹۷۹ء میں وہ حفیظ اللہ امین کے برسر اقتدار آنے پر بہت مسرور تھے، اس سے پہلے یہ لوگ نور محمد ترکئی اور داؤد خان کے حامی رہے۔ ۲۷۔دسمبر ۱۹۷۹ء کو روس نے ٹینکوں اور

توپوں سے کابل میں قتل عام کیا۔ ببرک کارمل کو تخت کابل پر بٹھادیا۔عبدالغفار خان اورعبدالولی خان نے روسی جارحیت پر مسرت کا اظہار کیا، جبکہ جنرل محمد ضیاء الحق نے عالم کفر کی بڑی طاقت کے خلاف مزاحمت کا اعلان کیا۔عبدالولی خان اوران کے ساتھیوں نے جنرل صاحب سے ملاقات کی اور تجویز دی کہ ہم روس کے خلاف مزاحمت نہ کریں، مگر جنرل ضیاء الحق نے ان کی کوئی بات نہیں سنی۔

۱۹۸۰ء میں جہاد شروع ہوا، اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی، روس ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، روس کے ایجنٹ ناکام و نامراد ہوئے۔ دارالعلوم حقانیہ جسے پوری دنیا جہاد فی سبیل اللہ کی یونیورسٹی سمجھتی تھی، ان کے نزدیک (استغفراللہ) دہشت گردی کی درسگاہ تھی۔ دارالعلوم کے علماء نے روس کے الحاد کا قبرستان کابل بنادیا۔۱۹۹۰ء کے الیکشن میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ایک معتقد مولانا محمد حسن جانؒ نے چارسدہ میں اے این پی کے ستون کو چاروں شانے چت گرادیا، جس کے صدمے سے موصوف اپنے حجرے میں بند ہوگئے اور وہیں سے ان کی میت اٹھی۔

علماء کی مخالف یہ جماعت اس اہل ہی نہیں کہ اس پر تبصرہ کیا جاسکے، دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ ان کی مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ حقانی علماء پورے ملک،افغانستان اورایران کے صوبہ سیستان میں قرآن وحدیث کی درس وتدریس میں مشغول ہیں۔۱۹۷۰ء میں اے این پی کے اجمل خٹک نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے شکست کھائی تھی۔آج بھی دارالعلوم حقانیہ ان کے غلط سیاسی نظریات کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں عظمت اسلام کا امین ہے۔اس کی عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کے طلبا کی تعداد ایک ہزار(۱۰۰۰) ہے جبکہ دارالعلوم حقانیہ میں پندرہ سو (۱۵۰۰) طلباء دورہ حدیث میں ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیثؒ کے قائم کردہ دارالعلوم پر اپنا بے پایاں فضل وکرم قائم رکھے۔

(احقر دل کا مریض ہے، مرض شدت اختیار کرچکا ہے۔قارئین سے دعا کی درخواست ہے)

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'' ۸۔اپریل ۲۰۱۸)

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے
آپ اپنے موقر مضامین اس ای میل ایڈریس پر بھی بھیج سکتے ہیں
editor_alhaq@yahoo.com

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات: (یکم مئی ۲۰۱۸ء) حضرت مولانا سمیع الحق کی دعوت پر سیاسی اور ذیلی جماعتوں کا مشاورتی اجلاس اسلام آباد میں مولانا سمیع الحق کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں جمعیت علماء اسلام (س) کے مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا شاہ عبدالعزیز، مولانا سید محمد یوسف شاہ، اہل سنت والجماعت کے مولانا محمد احمد لدھیانوی اور متحدہ جمعیت اہل حدیث کے مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری، ملی مسلم لیگ کے محمد حارث ڈار، جمعیت علماء اسلام نظریاتی کے مولانا خلیل احمد مخلص، مولانا محمد زبیر البازی، تحریک نوجوانان پاکستان کے عبداللہ گل، انصار الامہ پاکستان کے مولانا فضل الرحمٰن خلیل، پاکستان راہ حق پارٹی کے حکیم محمد ابراہیم قاسمی، مشائخ پاکستان کی طرف سے صاحبزادہ فیاض الحسن حق باہو اور دیگر اہم رہنماؤں نے شرکت کی۔ اجلاس میں ملک کی سیاسی صورتحال پر غور کیا گیا اور حکومتوں کی پالیسی کے نتیجہ میں ملک کو پہنچنے والے نقصان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے تمام قائدین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ قوم کو استحصالی سیاسی قوتوں سے نجات دلانے اور ملک کو سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی بحرانوں سے نکالنے اور داخلی و خارجی سازشوں سے محفوظ بنانے کیلئے مشترکہ سیاسی جدوجہد کی جائے۔ آئندہ دوسرا سربراہی اجلاس مولانا مدظلہ کی دعوت پر اسلام آباد میں منعقد ہوگا۔ جسمیں اتحاد کے تمام اُمور کو حتمی شکل دینے پر غور کیا جائیگا۔

دارالعلوم میں سالانہ تعطیلات: دارالعلوم کی سالانہ دستار بندی کے بعد ایک ہفتہ دارالعلوم کے امتحانات جاری رہے اور اس کے بعد بروز ہفتہ وفاق المدارس العربیہ کے درجات کے امتحانات ۱۴۔اپریل کو شروع ہوکر بروز جمعرات ۱۹۔اپریل کو اختتام پذیر ہوئے، یاد رہے کہ پورے پاکستان کے امتحانی ہالوں میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا ہال سب سے بڑا رہا جس میں طلباء کی تعداد تقریباً پانچ ہزار سے متجاوز رہی۔ اس کے بعد دارالعلوم کی سالانہ ڈھائی ماہ کی تعطیلات کا آغاز ہوگیا ہے۔

نائب مہتمم کی وفاق المدارس العربیہ ملتان پرچہ جات کی نگرانی: نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ وفاق المدارس ملتان کے زیر اہتمام دئے گئے امتحانات کے پرچہ جات کی چیکنگ و نگرانی کیلئے تشریف لے گئے۔

☆ ۲۴۔۲۵ مارچ کو حضرت مہتمم صاحب کی عیادت کے لئے جماعت اسلامی کے صوبائی امیر و سینیٹر مشتاق احمد خان تشریف لائے، اس کے علاوہ سابق وفاقی وزیر پیر حضرت مولانا نور الحق قادری صاحب بھی حضرت مہتمم صاحب کی عیادت کیلئے تشریف لائے اور مولانا مدظلہ سے ملاقات بھی کی۔ سابق گورنر صوبہ خیبر پختونخوا شوکت اللہ خٹک حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی عیادت کیلئے تشریف لائے اور احقر سے حضرت مولانا مدظلہ کی خیریت و صحت کے بارہ میں تفصیلی ملاقات کی۔

جامعہ کے نئے تعلیمی سال ۴۰۔۱۴۳۹ء بمطابق ۱۹۔۲۰۱۸ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

تاریخ	ایام	درجات
۱۰رشوال ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲۴رجون ۲۰۱۸ء	اتوار	تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تا دورہ حدیث)
۱۱رشوال ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲۵رجون ۲۰۱۸ء	پیر	جدید دورہ حدیث شریف
۱۲رشوال ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲۶رجون ۲۰۱۸ء	منگل	جدید دورہ حدیث شریف
۱۳رشوال ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲۷رجون ۲۰۱۸ء	بدھ	اعدادیہ،متوسطہ،اولیٰ،ثانیہ،دورہ حدیث شریف
۱۴رشوال ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲۸رجون ۲۰۱۸ء	جمعرات	ثالثہ،رابعہ،خامسہ،دورہ حدیث
۱۶رشوال ۱۴۳۹ھ بمطابق ۳۰رجون ۲۰۱۸ء	ہفتہ	تکمیل،سادسہ
۱۷رشوال ۱۴۳۹ھ بمطابق یکم جولائی ۲۰۱۸ء	اتوار	موقوف علیہ
۱۸رشوال ۱۴۳۹ھ بمطابق ۰۲رجولائی ۲۰۱۸ء	پیر	**افتتاح**

شعبہ حفظ : درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان سے ۱۴رشوال بمطابق ۲۸۔جون ۲۰۱۸ تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائیں گی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء کا ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ ۱۴۔۱۵ شوال بمطابق ۲۸۔۲۹ جون بروز ہفتہ واتوار صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ میں ہوگا (امسال شعبہ حفظ کا داخلہ دارالعلوم حقانیہ کی تعلیمی کمیٹی اور دارالحفظ کے اساتذہ کی مشترکہ نگرانی میں ہوگا)۔صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کیلئے داخلہ درخواست ۱۶رشوال بمطابق ۳۰۔ جون بروز ہفتہ تک دفتر اہتمام میں جمع کرائی جائیں گی اور انٹری ٹیسٹ ۱۶۔شوال بمطابق ۳۰۔ جون بروز ہفتہ صبح 9:00 بجے ہوگا۔

نوٹ:۱ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ 2 سال ہوگا۔ **نوٹ:۲** امسال درجہ اعدادیہ سے لیکر بشمول درجہ سادسہ اسباق اردو میں بھی پڑھائے جائینگے۔لہٰذا اردو زبان سمجھنے والے طلباء کرام داخلہ لے سکتے ہیں۔درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لینگے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو۔ **نوٹ:۳** داخلہ کے خواہشمند طلباء کیلئے نادرا شناختی کارڈ کا ہونا لازمی ہے اور جو امیدواران نابالغ ہیں وہ اپنے والد صاحب کا نادرا شناختی کارڈ ضرور لائیں اور ساتھ تین عدد پاسپورٹ سائز رنگین تصاویر بھی ضروری ہیں

نوٹ:۴ امسال دارالعلوم حقانیہ میں شعبہ تجوید کا الگ شعبہ ہوگا جس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق حفاظ کیلئے دو سالہ کورس اور علماء کرام کیلئے یک سالہ کورس پڑھایا جائیگا **نوٹ:۵** ہر درجہ میں داخلہ کیلئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحتانی درجات کے اصلی سندات کا برائے معائنہ دکھانا لازمی ہے اور ساتھ ان ہی اسناد کے دو عدد فوٹو سٹیٹ بھی لانا ضروری ہے۔ **نوٹ:۶** تمام قدیم طباء کرام کا داخلہ رجسٹریشن کارڈ پر ہوگا لہٰذا قدیم طلباء کرام اپنے ساتھ رجسٹریشن کارڈ ضرور لائیں۔ **نوٹ:۷** جو غیر ملکی طلباء کرام جامعہ میں داخلہ کے خواہش مند ہوں وہ پاکستانی ویزہ اور دیگر ضروری دستاویزات اپنے ساتھ ضرور لائیں۔ **نوٹ:۸** قدیم طلباء کیلئے جو تاریخ مقرر کی گئی ہے وہ حتمی ہے،مقرر تاریخ کے بعد کسی بھی طالب علم کو داخلہ نہیں ملے گا۔

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاء اللہ ۱۸رشوال ۱۴۳۹ھ بمطابق ۰۲رجولائی ۲۰۱۸ء بروز پیر ہوگا

مولانا محمد اسلام حقانی
رکن موتمر المصنفین

تعارف وتبصرہ کتب

- **خطبات عزیزی** افادات: شیخ الحدیث مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی ترتیب: خدام حضرت شیخ مدظلہ

ضخامت: ۷جلدیں صفحات: ۲۱۱۵صفحات ناشر: مکتبہ الارشاد مالیر ہالٹ کراچی 03333730428

کسی سے یہ بات مخفی نہیں کہ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ واشاعت، نشر وفروغ کے لئے بہت سے وسائل اور ذرائع، طرائق کار اور مناہج بروئے کار لائے جاسکتے ہیں جس میں درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ ونصیحت وخطابت وتقریر شامل ہے۔ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ مفید اور بہتر ثابت ہوسکتا ہے اوران تمام شعبوں میں اہل علم فضل نے اپنے اپنے دور میں امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دی ہے، شعبہ خطابت سب سے زیادہ موثر ثابت ہوسکتا ہے بشرطیکہ خلوص وللّٰہیت خطیب میں نمایاں ہواور اسلوب بیان بھی اعلیٰ سطح کا رکھتا ہو، اس شعبہ کے سلسلہ میں بھی اہل علم وفضل نے اپنے نمایاں کارنامے سر کرلیے ہیں اور لاکھوں لوگوں کی رہنمائی اس شعبہ کی وجہ سے ہوئی ہو۔اور خطباء کا یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔مشہور مبلغ شیخ الحدیث حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کی شخصیت سے کون ہیں جو واقف نہ ہوان کا شماران اکابر میں کیا جاتا ہے جو بہت ہی قلیل اور گنے چنے ہیں، اللہ پاک نے موصوف کو بے شمار صلاحیتوں اور صفات وکمالات سے نوازا ہے موصوف جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی کے شیخ الحدیث اور اور مسجد قباء میٹرول کراچی کے خطیب ہیں اور ایک موثر اسلوب بیان اور طرز خطابت کے مالک خطیب ہے عرصہ دراز سے خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور عوام الناس کی رہنمائی کے لئے شب وروز کوشاں ہیں:

زیر تبصرہ کتاب ''خطبات عزیزی'' موصوف کی خطبات کا گلدستہ ہے موصوف نے مختلف مواقع پر جو بیانات اور جمعۃ المبارک میں جو تقریریں کی ہے ان کے قابل شاگردوں نے اسے ضبط تحریر میں لاکر کتابی صورت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔سات جلدوں پر مشتمل یہ کتاب انسانی زندگی کے تمام گوشوں اور پہلوؤں پر مشتمل ہے جس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے، جس میں عقائد، سیرت، اسوہ حسنہ، معاشرتی مسائل، سماجی مسائل اصلاح وتزکیہ نفس، تصوف وسلوک، عائلی مسائل وغیرہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

خطبات کی کتابیں اکثر غیر ثقہ باتوں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن زیر تبصرہ کتاب انتہائی ثقہ معلومات

پر مشتمل ہے زبان شستہ اور انداز بیان دلچسپ اور دلنشین ہے ، یہ مجموعہ لامحدود معلومات کا خزینہ اور علوم و معارف کا گنجینہ ہے۔ ہر بات مدلل قرآن وسنت کی روشنی میں نہایت عام انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔حسن ترتیب پر انکے تلامذہ قابل صد تحسین ہے اور مکتبہ الارشاد کراچی کے جناب محمد حسین ڈیسائی صاحب بھی لائق صد تحسین اور قابل داد ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو نہایت ہی اعلیٰ اور خوبصورت طباعت کے ساتھ مزین کر کے اہل علم کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اہل علم کے یہ ایک انمول تحفہ سے کم نہیں خاص کر خطباء کیلئے قیمتی سوغات ہے۔اللہ تعالیٰ مؤلف،مرتب اور ناشر کتاب ترقیات سے نوازے۔

● **فوائد مکیہ مع حواشی مرضیہ** مؤلف :مولانا قاری عبدالرحمٰن مکیؒ ضخامت: ۱۱۷صفحات

ناشر: زمزم پبلشرز،شاہ زیب سنٹر نزد مقدس مسجد،اردو بازار کراچی 021-32729089

فن تجوید کی یہ مشہور کتاب عرصہ دراز سے دینی مدارس میں پڑھائی جارہی ہے اور مدت دراز سے مختلف ادراے اسے شائع بھی کررہے ہیں مگر اس دفعہ احباب زمزم نے اسے نئے آب وتاب کے ساتھ شائع کر کے طلبا کے مزید استفادے کے لئے قاری رضوان پالنپوری صاحب کی ذیلی عنوانات بھی اس میں شامل کردی گئی اور حواشی پر قاری محبّ الدین صاحب کے حوالہ جات کا اندراج بھی شامل کیا گیا ہے۔ جوطلبہ تجوید کے لئے ایک انمول تحفہ اور قیمتی سوغات ہے۔

● **جمال القران** .... مولف: مولانا اشرف علی تھانویؒ

حاشیہ:مولانا محمد یامینؒ ضخامت:۴۵صفحات

مدت دراز سے دینی مدارس کے نصاب میں شامل یہ کتاب مولانا اشرف تھانویؒ کے اہم تصنیفات میں سے ایک ہے جوطلبہ تجوید کے لئے لکھی گئی ہے، زمزم پبلشرز نے مفید حواشی کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے طلبہ تجوید کیلئے ایک مفید مجموعہ اور ایک بہترین تحفہ ہے۔

زمزم پبلشرز،شاہ زیب سنٹر نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی 021-32729089

● **حدیقۃ النحو اردو شرح تسہیل النحو** .... تالیف: مولانا محمد ہارون ہاشم صاحب

ضخامت: ۲۶۴صفحات ناشر: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان

ہمارے درس نظامی کی اصل بنیاد عربی قواعد یعنی صرف ونحو کی پختگی پر ہے اور اس بنیاد ومقصد کی طرف علماء کرام، ومدرسین کرام نے تدریس کے دوران متنوع طریقہ کار کو اپنایا ہے اور اپنے اپنے طریقہ کار سے طلباء کرام کو سمجھاتے ہیں، چاہے وہ درس کا انداز ہو یا تحریر کا اسلوب تا کہ طلبہ کی استعداد میں کافی

اضافہ ہوجائے۔

نحو میر وتسہیل النحو علم النحو میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، ان کتابوں کی مختلف حضرات اہل علم نے مختلف دلنشین انداز میں تسہیلات لکھی ہے اور تمام اہل علم کی خدمات قابل قدر ہے۔نحو میر سے پہلے تسهيل النحو بھی طلبہ کو ازبر کرائی جاتی ہے۔اس میں نحو کے مسائل کو تمرینات کی شکل میں سہل بنایا ہے اور پھر اسکو مزید مفید بنانے کیلئے علماء کرام نے محنت کی انہی علماء میں سے ایک محترم مولانا محمد ہاشم ہارون بھی ہے، جنہوں نے تسہیل النحو کی مبتدی طلبہ کی ذہنی سطح کو پیش نظر رکھتے ہوئے حديقة النحو شرح تسهيل النحو کے نام سے نہایت اچھی شرح لکھی ہے، جو نحو کے مسائل کو مثالوں اور تمرنیات سے سمجھنے میں معاون ثابت ہوگی۔اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبولیت عامہ عطا فرمائے۔آمین

- **تحفة المعتمرين .... مؤلف: مولانا محمد شعیب فاروقی**

ضخامت: ۱۲۵صفحات ناشر: مکتبہ الحسنین بغدادہ مردان 03018766572

حج کی طرح عمرہ بھی ایک محبوب عمل ہے لیکن حج وعمرہ کے مسائل و حکام سے عدم واقفیت کے بنا پر مسلمانوں سے اکثر کوتاہیاں اور غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، مسائل حج وعمرہ پر بہت سے علماء کرام نے کتابیں، کتابچے ورسائل شائع کیے ہیں۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی مولانا محمد شعیب فاروقی کی کتاب ''تحفہ المعتمرین'' بھی ہے۔زیر تبصرہ کتاب میں مولانا محمد شعیب فاروقی صاحب نے عمرہ کے احکامات ومسائل کو انتہائی عام فہم اسلوب اور آسان اردو زبان اور مدلل انداز میں پیش کی ہے، سفر عمرہ کے متعلق اہم ہدایات اوراہم مقامات کے نقشے اور تصاویر بھی لگا دی ہے۔عمرہ پر جانے والے زائرین کے لئے یہ کتاب ایک اہم سوغات اور انمول تحفہ ہے۔

- **ملفوظات طیبات امام لاہوری............افادات: مولانا احمد علی لاہوریؒ**

مرتب: مولانا مفتی محمد نعیم حقانی ضخامت:۱۹۱صفحات ناشر: مدنی اسلامی کتب خانہ چراٹ روڈ پبی

زیر تبصرہ کتاب ''ملفوظات طیبات'' مفتی محمد نعیم حقانی کی دوسری کاوش ہے اس سے قبل انہوں نے ''خلاصہ تفسیر لاہوری'' بھی مرتب کر چکے ہیں، موصوف تصنیف وتالیف کا اچھا خاصا ذوق رکھتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے امام الاولیاء حضرت مولانا احمد لاہوریؒ کے اقوال وارشادات ،ملفوظات و مشاہدات کو باحسن طریقہ اور دلنشین اسلوب میں مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔اہل علم اور خاص کر امام لاہوری کے متوسلین کیلئے یہ ایک بہترین تحفہ اور قیمتی سوغات ہے ،اور عامہ الناس کی رہنمائی کیلئے بھی بہترین گلدستہ ہے۔